ہیلر

از قلم علیشاء،آمنہ

قسط 1

وہ بلیک ہڈ سر پر گرائے ،آنکھوں پر بلیک گلاسس لگائے ، چہرے پر بلیک ہی ماسک لگائے دوڑتا جارہا تھا۔۔۔۔

اس کے پیچھے تقریباً دس لوگ ہاتھوں میں ہاکی لیے بھاگ رہے تھے۔

اس کی گلاسس کوئی عام گلاسس نہیں تھیں۔دن میں ٹرانسپیرینٹ دکھنے والی گلاسس اس ٹائم بلیک شیڈ دے رہیں تھیں۔وہ جدید ٹیکنیک کی تیار کردہ ایسی گلاسس تھیں جن میں مائکروفون فٹ کیا گیا تھا۔۔ایسی گلاسس اسے ایک مشن کو سرانجام دینے کے لیے مُہیا کی گی تھیں۔

مس ایلبرڈ۔۔۔چینج مائی لوکیشن ہری آپ۔۔۔وہ بھاگتے ہوئے اپنی گلاسس میں لگے مائکروفون سے کسی کو ہدایت دے رہا تھا۔۔۔

مس ایلبرڈ خفیہ تہہ خانے میں بیٹھیں اپنے سامنے تین بڑے کمپیوٹرز اسکرین کو دیکھتے کی بورڈ پر دھڑا دھڑ انگلیاں تیزی سے چلارہی تھیں۔

ایک اسکرین پر ہیلر (Healer) کی لوکیشن دکھائی دے رہی تھی۔

ایک اسکرین پر وہ دوڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔۔اور ایک اسکرین پر اس مشن کا میپ تھا۔جس پر اسے ہائیر کیا گیا تھا۔

"اس کا اصل نام کیا تھا۔۔وہ کون تھا۔۔کہاں سے آیا تھا۔۔یہ سب بتانے کی اسے اجازت نہیں تھی۔اپنی شناخت چھپانا بھی اس کے مشن کا ایک حصہ تھا۔"

ہیلر۔۔"جمپ ناو"۔۔مس ایلبرڈ نے اسے ایک چھت پر کھودنے کا حکم دیا۔۔اس نے مڑ کے اپنے پیچھے آتے ان دس لوگوں کو دیکھا۔

اور "مسکرایا۔۔طنزیہ مسکراہٹ۔۔"جسے وہ لوگ اس کے چہرے پر لگے ماسک کی وجہ سے دیکھ نا پائے۔۔اور وہ ایک جھٹکے سے سامنے ایک گھر کی دیوار پر کود گیا۔۔اور اس گھر کا بیرونی دروازہ کھول کے" منظر عام "سے غائب ہو گیا۔۔

وہ کہاں گیا؟؟ اس کی لوکیشن کیسے چینج ہوئی۔اس کے پیچھے آتے دس لوگ حیرت کے سمندر میں غرق ہو چکے تھے۔

ان کے پاس موجود ٹریکرز میں اس کی لوکیشن شو نہیں ہو رہی تھی۔ان کے ٹریکرز کام کرنا چھوڑ گئے تھے۔۔

ڈیم اٹ اس بار بھی ہاتھ سے نکل گیا۔۔ان میں سے ایک بندہ ٹریکر زمین پر پٹختے ہوئے آنکھوں میں سرخی لیے بولا۔

باس اس بار ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا اب کے دوسرا بولا،۔۔ہیلر تم ایک مسٹری بنتے جارہے ہو۔۔تمہیں پکڑنے کے لیے تمہارے ہی جتنے شاطر دماغ والے کی ضرورت ہے۔

وہ غصے سے پھنکارتا اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتے وہاں سے چل دیا۔

اوو ڈیم اٹ!!!!۔۔۔۔۔ہیلر تم پاگل ہو؟؟ کیا کرنے جارہے تھے اندازہ بھی ہے تمہیں؟؟؟۔۔۔مس ایلبرڈ غصے سے بولی تھیں۔۔۔

مس ایل۔۔۔میں جانتا ہوں میں کیا کر رہا تھا۔۔اگر میں اسطرح نا کرتا تو آپ کو اور مجھے دونوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

اور اگر تمہاری اس بےوقوفی کا باس کو معلوم ہوگیا تو؟؟؟جانتے ہو تمہارے ساتھ مجھے بھی چلتا کریں گے مس ایلبرڈ آواز میں خفگی لیے بولی۔

مس ایل۔۔۔آپ ایک پچپن سال کی تیز دماغ والی عورت ہیں مجھے آپ سے اس قسم کی احمق بات کی امید نہیں تھی۔

کام کو ہمیشہ بنا کسی ڈر کے سر انجام دیا جاتا ہے۔۔ڈرنے سے کوئی بھی کام ٹھیک طریقے سے نہیں کیا جاسکتا۔آپ نے وہ کہاوت تو سنی ہوگی۔

"جو ڈر گیا وہ مر گیا"۔۔۔مس ایل ڈر کے جینے سے کچھ حاصل نہیں کیا جاتا۔۔آپ سب سے پہلے اپنے اس نا معلوم باس کا ڈر اپنے دماغ سے نکالے اور اپنے مشن پر فوکس کریں آپ جانتی ہیں اس مشن کو کمپلیٹ کرنا آپ کے لیے اور میرے لیے کس قدر ضروری ہے۔۔۔

وہ جو کوئی بھی تھا لیکن اس کی آواز میں ایک ٹھہراو تھا۔وہ بات کرتا تھا تو اگلے کو خاموش کروادینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔مس ایلبرڈ مسکرائی تھیں۔چشمے میں سے نظر آتی آنکھوں میں دوگنا چمک بڑھ گئ تھی۔

رات کا دوسرا پہر شروع ہونے میں تھوڑی ہی دیر تھی۔۔۔وہ لاؤنج میں بیٹھی بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔

آج سے پہلے تو کبھی لیٹ نہیں ہوئے۔۔۔وہ بربڑاتے ہو ہے پریشانی سے اٹھ کر ٹہلنے لگی تھی۔۔۔کالی آنکھوں میں اب بے چینی رقص کر رہی تھی۔۔۔میں کیا کروں؟؟ وہ سوچتے ہوئے اب وہ ہاتھوں وہ مرور رہی تھی۔کک۔۔۔کال۔۔۔ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔میں کال کرتی ہوں۔۔۔یہ کہتے وہ تیزی سے لاؤنج سے گزرتی۔۔۔اوپر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔۔۔کمرے کا دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہونے ہی لگی تھی کہ ایک دم سے سارے گھر کی لائٹس آف ہو گئیں۔۔۔خوف کی لہر نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔۔۔آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے تھے۔۔۔ایسی ہی تھی وہ زندگی نے اس کی شوخی چھین لی تھی۔۔۔

"قسمت اکثر ہمارے ساتھ وہ کھیل کھیلتی ہے جس کا ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا"

خود کو سنبھالتے وہ اندھیرے میں ڈٹولتے بیڈ کی طرف بڑھی تاکہ موبائل کی ٹارچ آن کرے۔۔۔جب اسے کمرے میں کسی کے بھاری قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔۔۔کوئی تھا جو اب اس کے بلکل قریب کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔اسے اندھیرے سے خوف محسوس ہورہا تھا۔

کک۔۔۔کون؟؟؟خوف کے مارے کی اس کی آواز کانپنے لگی تھی۔

کسی نے آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لیے۔ایک دم سے کمرے کی لائٹس آن ہوئیں تو اس نے اپنے ہاتھ اس کی آنکھوں پر سے ہٹالیے۔

سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں نمی آگئ جہاں ایک ٹرالی میں بہت خوبصورت چاکلیٹ کیک رکھا گیا تھا۔جس کی ۸ تہہ تھیں۔اور اس کیک کے وسط میں بہت خوبصورت سی تحریر لکھی ہوئی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے میری زندگی"

تحریر کو پڑھ کے وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی اور پھر اپنے پیچھے کھڑے اس شخص کو دیکھا جس نے زندگی کے ہر سرد وگرم حالات میں اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا تھا۔

اس نے فوراً آگے بڑھ کے اس کی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا۔

"کیا کرتی ہیں مسز ابان آپ کی آنکھوں میں نمی میرا دل ہلا دیتی ہے۔اپنے یہ قیمتی آنسو ایسے ضائع مت کیا کریں۔آپ نہیں جانتی آپ کو تکلیف میں دیکھ کر میرا دل لرزتا ہے۔اس واقع کو ایک ڈراونا خواب سمجھ کر بھول جائے۔یاد رکھے تو صرف ایک بات۔

"ابان مصطفیٰ آپ کے ساتھ ہے اور آپ کا ساتھ اپنی آخری سانس تک نبھائے گا"

انوشے اس کے اس قدر پیار پہ اس کے سینے سے لگی زاروقطار رونے لگ گئ۔۔۔

انوش ایسے نا کریں یار کیوں کر رہیں آپ ایسا میرے ساتھ ابان اس کو خود سے الگ کرتے اس کے گال پر بہتے آنسوؤں کو پونچھتے مخاطب ہوا۔

آپ بہت اچھے ہیں ابان۔۔۔آپ مجھے۔۔۔ابھی وہ اپنی بات مکمل نہیں کر پائی جب ابان نے اسے وہیں ٹوک دیا۔

پھر سے وہی بات مت دہرایئے گا۔۔۔۔

"آپ میری زندگی ہیں میری چلتی سانسوں کی ایک خوبصورت وجہ ہیں۔آپ میرے لیے وہ انمول ہیرا ہیں جس کے علاوہ میں دنیا میں اور کسی چیز کی طلب نہیں رکھتا"

اب چلیں شاباش رونا بند کریں۔۔۔۔نہیں تو ہمارا یہ جن اٹھ جائے گا۔۔۔۔وہ بیڈ کے وسط میں سوئے ڈھیر سالہ اپنے بیٹے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے بولا۔

انوشے دھیرے سے مسکرائی تھی۔۔۔

کیک کاٹے ابان اسے کندھوں سے تھام

کر ٹرالی کے پاس لایا جہاں خوبصورت کیک ان کا استقبال کر رہا تھا۔

اس نے انوش کے ہاتھ میں چھری پکڑائی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے کیک کاٹنے لگا۔

ہیپی برتھ ڈے آبان کی انو۔۔۔ابان نے اسے کیک کھلایا اور عقیدت سے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی محر ثبت کی۔

جواب میں وہ مسکرائی اور اس کے ہاتھ سے کیک کا ٹکڑا لے کر اسے کھلایا اور اسی کے کندھے پر اپنا سر رکھے آنکھیں موندھ گئی۔

ہسپتال میں معمول کی روٹین جاری تھی۔ایسے میں ایک کمرے میں موجود ڈاکٹر زاویار احمد ایک فاہل ہاتھ میں تھامے غصے سے اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا۔

سامنے صوفے پہ بیٹھا ڈاکٹر ہادی مصطفیٰ۔۔۔بظاہر تو ایک فائل اسٹڈی کر رہا تھا۔۔۔لیکن دل ہی دل میں زاویار کی حالت دیکھ کر محظوظ ہورہا تھا اور ڈاکٹر زویا کے لیے دل سے دعا گو تھا۔

ہادی گو اینڈ چیک پیشنٹ نمبر ۱۳۔۔۔ہری اپ۔۔۔۔زاویار کے حکم پر وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور اس کے ہاتھ سے دوسری فائل تھامے وارڈ کی طرف بڑھنے لگا جب اسکی نظر سامنے سے آتی ڈاکٹر زویا پر پڑی وہ آنکھوں میں چمک لیے اس کی طرف بڑھا۔

وہ اپنا اوورآل پہنے گلے میں سٹیٹوسکوپ ڈالے ، چہرے پر گھومتی سنہری آوارہ لٹوں کو اپنے بائیں ہاتھ سے کان کے پیچھے آرستی۔

بھاگتے ہوئے ڈاکٹر زاویار کے آفس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ہادی نے اسے وہی روک لیا۔سنیے تو ڈاکٹر زویا۔۔۔

زویا اپنا لب دانتوں میں دباتی ہادی کی طرف متوجہ ہوئی۔"کیا اندر زیادہ خطرناک صورت حال ہے؟؟؟؟

مجھے تو لگا تھا آپ اپنا انتظام وغیرہ کر کے آئی ہوں گی ڈاکٹر زویا۔ہادی شرارتی لہجے میں بولا

یااللہ خیر۔۔۔کیا مطلب؟؟؟زویا ہادی کے تاثرات دیکھ کے فوراً گھبرائی۔

ڈاکٹر زویا۔۔۔آپکے سر۔۔۔جو بد قسمتی سے میرے بھی سینیر ہیں۔ان کا موڈ اس وقت انتہائی خراب ہے۔

اگر آپ سر پر ہیلمٹ وغیرہ پہن کر آتی تو ہی آپ کے بچنے کے چانسس ہیں ورنہ سر نے آج آپ کو زندہ درگور کر دینا ہے۔

ہادی!!!!زویا صدمے سے چلائی۔

ہادی مسکراہٹ دباتے بیسٹ آف لک کہتے۔۔۔وارڈ کی جانب بڑھ گیا۔

زویا آیت الکرسی کا ورد کرتے دروازہ ناک کیا۔

اندر سے کم ان کی آواز پر وہ دروازہ کھولتے قدم اٹھاتی اندر داخل ہوئی۔۔

سر۔۔۔زویا نے دروازہ ناک کرکے ڈاکٹر زاویار کو مخاطب کرنا چاہا۔

اوو آیئے ڈاکٹر زویا آیئے۔۔آپ اتنی وقت کی پابند ہوں گی مجھے اندازہ بھی نہیں تھا۔

آپ سے زیادہ وقت کے پابند تو ہاسپٹل میں کام کرتے دوسرے ورکرز ہیں۔جن کی تنہا بھی آپ سے تھوڑی ہے۔لیکن آپ آپ کو کون سمجھائے آپ نے ہمیشہ سے اپنی ہی مرضی کی ہے۔ڈاکٹر زاویار نان سٹاپ اپنا غصہ زویا پہ نکال رہے تھے۔

زویا بظاہر تو پوری توجہ سے ان کی بات سن رہی تھی لیکن اس کی نظریں ہمیشہ کی طرح ڈاکٹر زاویار کے آفس ٹیبل پر پڑے اس باکس کی طرف تھی ناجانے اس میں کیا تھا۔جسے ایک دفعہ پوچھنے پر ڈاکٹر زاویار نے بری طرح اسکی انسلٹ کر ڈالی تھی۔

آپ سن رہیں ہیں ڈاکٹر زویا؟؟؟ڈاکٹرزاویار نے اس کی غیر دماغی پر مخاطب کیا۔

جی ڈاکٹر۔۔۔و۔۔وہ میرا مطلب سوری سر آہندہ یہ غلطی دوبارہ نہیں ہوگی زویا منمنائی تھی۔

یا اللہ آ ہی نا جائے وہ دن جس دن آپ وقت کی پابندی کرنا سیکھیں گی۔۔۔ڈاکٹر زاویار بڑبڑائے تھے۔

آ ہی نا جائے وہ دن جب پتا نہیں آنا وہ دن تو یہ جتانے کا مقصد ہونہہ زویا دل ہی دل میں زاویار کی نقل اتارتے بول رہی تھی۔

وہ ایک خوبرو۔۔۔پچیس سال کا جوان ڈاکٹر تھا۔صاف شفاف رنگت اور چہرے پر ہر وقت کی سنجیدگی سے اس کی شخصیت میں رعب تھا۔

اس کے رعب سے ہاسپٹل کا سارا اسٹاف ڈرتا تھا۔

سوائے ڈاکٹر زویا اور ڈاکٹر ہادی کے ان دونوں کی ریسرچ کے مطابق ڈاکٹر زاویار کو کوئی دماغی بیماری ہے۔جس سے ان دونوں کو پوری پوری ہمدردی ہے۔

سر میں جاوؤں اب؟؟زویا نے اجازت طلب کرنا چاہی؟

جی جایئے۔۔اور وارڈ میں اپنی ڈیوٹی پوری کریں۔زاویار فوراً سے پہلے سنجیدہ ہوا۔۔وہ کام کے معاملے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرتا تھا۔

یس سر زویا یہ کہہ کر پلٹنے ہی لگی تھی جب آفس ٹیبل کے پہ رکھے گئے گلاس سے اس کا ڈوپٹہ مس ہوا اور ایک دم سے گلاس زمین پر گر کے کرچی کرچی ہوگیا۔

زویا نے بے اختیار زبان دانتوں تلے دبائی اور بنا پیچھے دیکھے فوراً سے پہلے آفس سے غائب ہوئی۔

ڈاکٹر زاویار پیچھے تاسف سے اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔ان کا کچھ نہیں ہوسکتا۔اس نے انٹرکام سے کسی ہیلپر کو بلوا کر آفس کی صفائی کروانے کا حکم دیا۔

اسی طرح لاہور کی تندھوں تاریک گلیوں میں ایک پرانی طرز کی عمارت میں آئے تو ایک بیس سالہ لڑکی جس کے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا۔

برآمدے میں بیٹھی اپنی زندگی اور اپنی قسمت پر خوش تھی بے انتہا خوش۔۔۔وہ اپنے سامنے پڑے جوڑے اور زیورات کو کاجل سے لبریز بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھتی اپنے آپ کو خوش قست ترین لڑکی گردان رہی تھی۔

ہائے نی ماہ نور تیری قسمت تے بڑی چنگی نکلی۔فریدہ آپا اس کی قسمت پر ہائے وائے کرنے ناجانے کہاں سے ٹپک پڑی تھیں۔

نی فریدا ماشااللہ بول ماشااللہ۔۔۔ماہ نور کی امی انہیں ٹوکتے ہوئے بولیں۔

ویسے لڑکا ہے کون؟؟؟۔۔۔فریدہ آپا بھی کہاں باز آنے والوں میں سے تھیں۔

لڑکے کا ماشااللہ اپنا بزنس ہے۔۔۔کیا ٹاٹھ باٹھ ہیں ان لوگوں کہ مجھے تو اپنی ماہ نور کی قسمت پر رشک آرہا ہے۔۔۔۔۔!!!!سکون سے گزارے گی میری بیٹی اپنی زندگی بہت اچھا خاندان ہے۔ماہ کی امی انہیں تفصیل بتانے لگیں۔۔۔۔!!!!

یہ سنتے ماہ نور کی آنکھوں مزید چمک بڑی تھی۔۔۔

فریدہ آپا ماہ نور کی امی سے اور گفتگو کرنے میں مصروف ہو گئیں تھی۔

ماہ نور کھوئے کھوئے سے انداز میں ان کی باتیں سن رہی تھی۔۔۔۔

بھاگنے کے باعث اسکا تنفس بری طرح بگڑا ہوا تھا۔سٹاف روم میں آ کے وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔۔۔۔خیریت ڈاکٹر زویا؟؟؟

ایک دم پیچھے سے ہادی کی آواز سے اسکی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔۔۔۔

ڈاکٹر ہادی آپ نا کسی دن میری جان لے کر چھوڑیں گے وہ خفگی سے بولی۔۔۔

فلحلال تو آپکی حالت دیکھ کر معلوم ہورہا ہے۔۔کہ آپ کوئی نیا گل کھلا کر آرہی ہیں۔

زویا کے دماغ میں گلاس ٹوٹنے کی آواز پھر سے گھونجی تھی۔۔۔۔افففففف

ڈاکٹر ہادی ایک بات بتائیں۔۔۔یہ جو آپ کے دوست ہیں۔۔۔۔م۔۔۔میرا مطلب ڈاکٹر زاویار۔۔۔

ہادی کی گھوری سے اس نے جلدی سے تصحیح کی۔۔۔

جی؟۔۔۔ایک ابرو اچکا کر پوچھا گیا۔۔۔

دیکھے ڈاکٹر سچ چھپانے سے کچھ نہیں ہو گا مجھے ہمدری ہے ان سے میں جانتی ہوں وہ پاگل خانے سے بھاگے ہوئے ایک مریض ہیں جو کھی نارمل نہیں ہو سکتے آپ نا بھی بتائے تو مجھے پتا ہے ان کے ساتھ یہی مسئلہ۔۔۔۔!!!

ایک نمبر کہ کھڑوس سریل اور کریلے ٹائپ انسان کے ساتھ کیسے دوستی رکھ سکتے ہیں آپ؟؟؟۔۔۔۔وہ اپنی ہی دھن میں بولتی جا رہی تھی۔

ڈکٹر زویا وہ۔۔۔۔۔ہادی نے کچھ بولنا چاہا۔۔۔

نہیں نہیں سمجھتے کیا ہیں وہ خود کو بڑے آئے مجھ پر رعب جمانے والے سریل کریلا۔۔۔

ڈاکٹر ہادی۔۔۔۔بیڈ نمبر ۱۳ کی فائلز لے کر میرے روم میں پہنچے۔۔۔۔

زاویار کی آواز سے وہ دہل کر پیچھے مڑی۔۔۔کو کن اکھیوں سے اسے گھور رہا تھا۔۔۔

راجر باس۔۔۔۔ڈاکٹر ہادی مسکرہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا۔۔۔

زویا نے بے اختیار اپنی آنکھیں میچ لی۔۔۔اور ہمیشہ کی طرح زیرلب۔۔۔آلتو جلاتو آئی بلا کو ٹال دو کا ورد کرنے لگی!!!

\-----------

تنگ و تاریک گلیوں میں بنا وہ مکان اپنے پورے وقار کے ساتھ کھڑا تھا۔۔۔۔

اماں اماں۔۔۔میری پیاری اماں۔۔۔یہ نمک نہیں مل رہا کچن میں کھڑی ہاتھوں پر گلوز چڑھائے وہ کباب کا مکسچر تیار کر رہی تھی۔۔۔نمک نا ملنے پر پورے گھر کو سر پر اٹھا رکھا تھا۔

ماہی کبھی کوئی کام ڈھنگ سے بھی کر لیا کرو۔۔سسرال جا کر ایسی حرکتیں کرو گی تو جوتے ہی پڑواو گی میرے سر میں۔۔وہ بھی بولیں گے ماں نے کیا سیکھا کر بھیجا ہے رفعت صاحبہ ڈرائنگ روم سے نکل کر کچن میں داخل ہوئیں تھیں۔

ماہ نور ان کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

ایک بات پوچھوں اماں؟؟؟میں کافی عرصہ سے سوچتی ہوں۔۔۔۔

ہنہ پوچھو!!!۔۔۔وہ شلف پہ بکھری چیزیں سمیٹتے بولیں۔۔۔

اماں یہ بہو کا مطلب کیا ہوتا؟؟ میں جہاں بیاہ کر جاؤں گی کیا میں ان کی بیٹی نہیں ہوں گی؟؟

رفعت صاحبہ کے اس کی بات پہ کام کرتے ہاتھ ایک دم تھمے تھے۔۔۔۔لیکن وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی۔

اماں کیا وہ میرا گھر نہیں ہو گا؟؟

کیا وہ لوگ مجھے آپ کی طرح پیار نہیں کریں گے؟؟

کیا مجھے ان کے سارے کام کرنے ہوں گے؟؟

اگر کچھ ٹھیک نا بنا تو ڈانٹ تو نہیں پڑے گی نا؟؟

اماں جب میں تھک جاؤں گی تو وہ لوگ سمجھ جائیں گے نا؟؟؟

رفعت صاحبہ دم سادھے اس کی بات سن رہی تھیں

اماں مجھے ڈر لگے گا وہاں۔۔۔!!!آپ مجھے سے روز ملنے آئیں گی نا؟؟ملنے نا بھی آئی تو کال کر لیجیۓ گا روز۔۔۔ٹھیک ہے نا؟؟۔۔۔چلیں روز نہیں آسکیں گی تو ایسا کریں مجھ سے ہفتے میں ایک بار ملنے آئیں گی نا۔۔۔ٹھیک ہے نا اماں!!!۔۔۔

وہ ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

آپ مجھے سیکھا دیں نا کھانا کیسے پکاتے ہیں۔۔اگر کھانا اچھانا بنا تو کیا وہ لوگ خاموشی سے کھا لیں گے؟؟؟جیسے آپ کھالیتیں ہیں؟ڈانٹ تو نہیں پڑے گی نا۔۔

میں چیزیں رکھ کر بھول جاتیں ہوں تو آپ ڈھونڈ دیتی ہیں۔۔۔اماں وہاں کون ڈھونڈے گا؟؟

اب کے اس کی آواز بھیگنے لگی تھی۔۔۔

اماں آپ تو کہتیں ہیں میں آپ کی شہزادی اور چڑیا بیٹیہوں۔۔۔تو آپ مجھے دوسرے گھر کیوں بھیج رہیں ہیں؟؟؟ ماہ نوراپنی ماں کے کھندے پراداسی سے بازو پھیلائے تھے۔

اس کے سوالوں پہ رفعت صاحبہ کی آنکھوں میں نمی تیر رہیتھی۔۔۔وہ اسے کیا بتاتیں چڑیوں کو ایک دن اڑجانا ہوتا۔۔چل پیچھے ہٹ پتا نہیں کیا کچھ سوچتی رہتی ہے وہ اسے ٹالنے لگیں۔۔

اماں آپ کی آنکھوں میں نمی کیوں ہے؟؟ماہ نور بھیگی آواز میںماں کی آنکھوں میں جھانکتے بولی۔۔۔

اسکی کاجل سے لبریز آنکھوں میں بھی آنسوؤں کا سیلاب آیا تھااور وہ ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر ماں کے سینے میں منہ چھپائے رونے لگی تھی۔

جب سے اس کی منگنی کی تاریخ تہہ پائی تھی وہ یونہی چھوٹیچھوٹی بات پر اپنا دل چھوٹا کر لیتی تھی۔۔۔

وہ گھر جہاں پر بچپن کی یادیں اور جوانی دن گزرے ہوں۔وہ گھر جہاں پر ایک بیٹی کو پھول کی مانند رکھا ہو۔۔

وہ گھر جہاں پر بس ہر طرف وہ اپنی چہچہاہٹیں ہی بکھرتی رہیہو۔۔۔

اس گھر کو چھوڑنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے۔۔۔۔۔

سرد موسم سے کون ڈرتا ہے

سرد لہجوں سے جان جاتی ہے

موسم جو ذرا سا سرد ہوا

پھر وہی پرانا درد ہوا

بارش تھڑا تھڑ برس رہی تھی۔کمرے کی کھڑکی سے پردے ہٹائے وہبے تاثر چہرے سے سامنے برستی بارش کو دیکھ رہی تھی۔

براؤن رنگ کی گھٹنوں کو چھوتی کاٹن کی ایمبرائیڈری فراک میںاس کی گندمی رنگت بہت کھل رہی تھی، گیلے سیدھے لمبے بال کمرپر گر رہے تھے یقیناً وہ ابھی نہا کر نکلی تھی۔۔۔

انوشے ایک نازک سی اپسراؤں جیسا حسن رکھنے والی پڑھی لکھیلڑکی تھی۔شوخ مزاجی زندگی میں ہونے والے کچھ حادثوں نے اسسے چھین لی تھی۔ہنسنا وہ آج سے چھ سال پہلے بھول چکی تھی۔اب وہ بس مسکرایا کرتی تھی اور یہ مسکراہٹ بھی کچھ محسوسلوگوں تک محدود تھی۔۔۔۔۔

"نصیب کا لکھا کون ٹال سکتا، جو قسمت میں ہونا ہو وہ ہو کہ رہتا ہے، جس نے زندگی سے جانا ہوتا ہے وہ چلا جاتا ہے، ہماری لاکھ منتوں، لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ شخص واپس نہیں آتا"۔۔۔!!!

جانے والا بھی رکا ہے کبھی؟؟؟

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے وہ بیڈ کے پاس بائیں جانب رکھے سائیڈ ٹیبل کے پاس آئی تھی۔۔۔

دراز کھول کر اندر سے ایک ڈائری نکالی۔۔۔ڈائری لیے وہ کھڑکی کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔

بارش کے قطرے کھڑکی پر گرتے اور لڑیوں کی شکل میں بہجاتے۔۔۔۔

اس نے ہولے سے لرزتے ہاتھوں سے ڈائری کو کھولا۔۔۔یادوں کا ایکسیلاب اسکے زہن پر ابھرا۔۔۔ذہن کی اسکرین پر سب سلوموشن میں چلنے لگا۔۔۔

وہ اپنے ہاتھ سے لکھی اپنی داستان پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔۔۔آنکھوں میں آنسو گڈ مڈ ہو رہے تھے۔۔۔پھر یکے بعد دیگرے آنکھوںسے بھی ساون برسنے لگا۔۔۔اذیت سی اذیت تھی۔۔۔ناک رونے کی وجہسے سرخ ہو چکی تھی۔آنکھوں کے کونے گلابی ہو چکے تھے۔۔۔لیکنوہ یونہی بیٹھی ہچکیاں بھرتی رہی۔۔۔۔۔

اچانک گاڑیوں کے بجتے ہارن سے وہ ہوش کی دنیا میں لوٹی۔۔۔اور فوراً الرٹ سی ہوتی۔۔۔!!!

ڈائری جلدی میں وہیں چھوڑے وہ واش روم کی جانب تیری سے گئ۔۔۔!!!

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کچھ عرصہ پہلے جب ماہ نور بیس سال کی تھی اچانک ہارٹ اٹیک آنے کی وجہ سے اس کے والد کا انتقال ہوگیا تھا۔۔۔رفعت بیگم اورماہ نور کو ان کے جانے کے بعد بہت ساری آزمائشوں سے گزرنا پڑا تھا۔۔گھر کے بٹوارے ہونے شروع ہو گے تھے۔تایا اور چچا نے آنکھیں سر پر رکھ لیں تھیں۔۔۔رفعت صاحبہ کوعدت بھی پوری نہیں کرنے دی تھی!!!

ماہ نور اپنے چاچا اور تایا کے آگے ہاتھ جوڑتی رہی تھی میرے باپ کے قبر کی مٹی بھی ابھی میلی نہیں ہوئی ،میری اماں کی عدت تو پوری ہونے دیں اور ہمارے زخم تو بھرنے دیں پھر گھر کا بٹوارہ کر لیں گے۔۔۔لیکن ان نے ان کی ایک نا سنی گھر کے بٹوارہ کر کے ان کا آدھا حصہ بھی ضبط کر لیا اور کچھ پیسے انہیں تھما کر گھر سے چلتا کر دیا۔۔۔

ماہ نور جانے سے پہلے خدا کے حضور سجدہ زیر ہوئی۔۔۔الفاظ تھے کہ ہلک میں ہی اٹک گے۔۔۔آنسو تھے کہ لڑیوں کی شکل میں نکلتے دوپٹے میں جذب ہوتے جا رہے تھے۔۔۔ایک فقرہ

بامشکل اس کی زبان سے ادا ہوا۔۔۔اللہ میں اپنا معاملہ تیری عدالت میں پیش کرتی ہوں۔۔۔بیشک تو بہترین انصاف کرنے والا۔

"اور انہیں کیا معلوم کچھ ظلم ،آہوں اور سسکیوں کی ایف آئی آر خدا کی عدالت میں درج کی جاتی ہے"

ماہی ان کی اکلوتی اولاد تھی۔۔۔سجاد صاحب کے انتقال کے بعد وہی ان کا کل سرمایہ تھی۔۔۔کچھ دن وہ محلے کی ایک عورت سے ایک کمرہ کرایہ پر لے کر وہاں رہیں۔۔۔لیکن ماہی نے بھاگ دور کر کے ایک مکان ڈھونڈ ہی لیا۔۔۔مکان مالک قسطوں پر مکان کی رقم ادا کرنے پر رضامند ہو گیا۔۔۔

"وہ خدا سب کے بگڑے کام سنوارتا ہے۔۔۔تم توکل کر کے معاملہ اس کی عدالت میں پیش تو کرو۔۔۔پھر وہ وہاں سے راستہ نکالے گا جہاں سے گمان بھی نہیں ہو گا!!!۔۔۔"

سر چھپانے کے لیے چھت مل گئی تھی انہیں اور کسی چیز کی طلب نہیں تھی۔ماہ نور جاب کر کے، ٹویشن پڑھا کر اور رفعت صاحبہ نے لوگوں کے کپڑے سلائی کر کے مکان کی قسطیں ادا کیں!!!

مکان چھوٹا سا چھ کمروں اور ایک کچن اور برآمدے پر مشتمل تھا۔برآمدے میں کونے میں ایک بیر کا بہت پرانا درخت تھا جس کے ساتھ ماہ نور نے جھولا باندھ رکھا تھا۔گھر میں ہر چیز نفاست سے سجائی ہوئی تھی۔مکان ان کے نام لگ چکا تھا کہ رفعت صاحبہ ہاتھ دھو کر ماہی کے پیچھے پر گئیں تھیں کہ اب میں نے تمہاری شادی کرنی ہے میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

ماہ نور اماں کو کی بار ٹال چکی تھی۔وہ دو دن خاموش رہتیں تھیں۔۔۔پھر بات کا موضوع گھوم پھر کر وہیں آ جاتا تھا۔

ماہ نور نے انہیں اجازت دے دی تھی۔کافی رشتے دیکھنے کے بعد امیر کبیر فیملی سے راشتہ آیا تھا۔۔چھان بین کرنے بعد رفعت صاحبہ نے ہاں کر دی۔

بڑوں کی رضامندی کے بعد ماہ نور کی منگنی اگلی جمعرات کو تہہ پائی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

گاڑیاں حویلی کی حدود کے اندر داخل ہو چکیں تھی۔مرکزی دروازے کے آگے وہ تین گاڑیاں آگے پیچھے رکیں۔۔۔۔ملازم نے پھرتی سے آگے بڑھ کر ایک گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔۔۔

اسلام وعلیکم!!! ابان صاحب۔۔۔دروازہ کھولے ملازم نے مودب طریقے سے سلام کیا۔

وعلیکم السلام!!! خان لالا وہ نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیتا حویلی کی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔

خان لالا ان کی خویلی میں تب سے کام کر رہے تھے جب ابان پندرہ برس کا تھا۔۔اب وہ خان لالا سے ہلکی پھلکی گفتگو کرتے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔۔

بازو پر کوٹ ڈالے۔دوسرے ہاتھ میں بریف کیس تھامے وہ نفاست سے قدم اٹھاتے حویلی کے انٹرس پر پہنچ کر خان لالا کو خیر باد کہتے دروازہ دھکیلتے اندر داخل ہوا۔۔

اندر ایک لمبی راہداری تھی جس کے دونوں اطراف پر دیوار پر کچھ کچھ فاصلے پر کیلی گرافی ،پینٹنگز، مختلف قسم

کے ڈیکوریشن پیسس لگے ہوئے تھے۔

حویلی کی ایک ایک چیز نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھی۔راہداری کے اختتام پر سیڑھیاں تھیں جو اوپر کی منزل کی جانب جاتیں تھیں۔۔

ایک ملازمہ نے آگے بڑھ کے اس کے ہاتھ سے کوٹ اور بریف کیستھام لیا۔۔ابان نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا!!!

ملازمہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے بولنے لگی وہ صاحبجی بیگم صاحبہ آج اپنے کمرے میں ہیں اور۔۔۔ابھی وہ اپنی باتمکمل نہیں کر پائی تھی کے سامنے سے ایک ننھا سا چار سالہ بچہبھاگتا ہوا دونوں ہاتھوں کو کھولے بابا بابا بولتے ہوئے آرہا تھا۔۔

اسے دیکھ کر ابان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ چھائی تھی۔۔۔اس نے آگے بڑھ کے اسے اپنی بانہوں میں اٹھا لیا۔۔۔

بابا کی جان۔۔۔۔ابان اسکے دونوں گال چومتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔

اوووو اب کہ وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے فل ڈرامائی انداز میں اپنی آنکھوں کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

صائم یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟؟۔۔۔بابا انو کو بھی آپ یہی بولتے ہیں۔۔۔

اچھا تو؟؟؟ابان نے قہقہہ لگاتے ہوئے سوال کیا۔

ملازمہ اسے صائم کے ساتھ مصروف دیکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئ۔۔۔

انو شائے (Shy) ہے بابا۔۔۔وہ دونوں باپ بیٹا پیار سے انوشے کو انو بولتے تھے۔

وہ باپ کو بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ انو ایسے شرماتی ہے۔۔۔ہاہاہاہا اس کی بات سمجھتے ہوئے ابان نے اپنی مسکراہٹ دبائیتھی۔۔۔۔

اوکے بابا بائے۔۔۔۔اب کے اس نے سامنے سے آتی شانزے کو دیکھ لیا تھا۔۔۔شانزے ان کی باورچن تھی صائم کو اس سے بے حد لگاؤ تھا۔اب وہ نیچے اتارنے کو کہہ رہا تھا۔۔۔

ابان نے اسے آرام سے اسے نیچے اتار دیا اور وہ بھگتا ہوا اب شانزہکی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

ابان نے اوپر کمرے کا رخ کیا۔۔۔بارش کا ایک خیال اس کے دماغمیں ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔۔۔بارش برستے ہی وہ آفس سے نکلآیا تھا۔۔۔لیکن راستے میں ٹریفک جام کی وجہ سے اسے دیر ہو

گئی تھی۔اسے معلوم تھا اگر بارش ہو اور انوشے کے ساتھ وہ نا ہو تو بارشاس کے لیے اذیت بن جاتی ہے۔۔۔۔

دھیرے سے دروازہ کھولتے وہ کمرے میں داخل ہوا کمرہ خالی تھا،لیکن واش روم میں نل سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ابان نے ایک لمبی سانس فضا میں خارج کی آج وہ پہلی بار لیٹ تھا۔۔۔ شرٹ کے اوپر کا بٹن کھولتے کف کہنیوں تک فولڈ کیے وہ یہ سوچنے لگا کہ کن الفاظ میں اب اس کو تسلی دے گا وہ باوقار چالچلتے کھڑکی تک آیا تھا کہ ٹیبل پر پڑی کھلی ہوئی ڈائری پراس کینظر پڑی۔جس کے صفحوں پر آنسوؤں کے نشان تھے۔اس نے انوشے کیڈائری کے صفحات کو پڑھنا شروع کیا۔۔۔

آج سے چھ سال پہلے میری زندگی اب کی زندگی سے بہت مختلف ہوا کرتی تھی۔۔۔

میری زندگی۔۔۔میری خواہشات۔۔۔۔میرے خواب۔۔۔میری ہر چیز کا دارومدار میری ماں کے گرد گھومتا تھا۔۔۔اس سے آگے بڑھنے کی میںنے کبھی خواہش نہیں کی تھی۔۔۔

میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کے رکھا تھا اس دنیا کی ہوا کبھی لگنے ہی نہیں دی تھی۔۔۔

ان کو کھونے سے پہلے میں کھونے کے لفظ سے روشناس نہیں تھی۔۔۔میرا تکلیف سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔۔۔ان نے اپنی زندگیمیں مجھے کبھی "تکلیف" لفظ سے روشناس ہی نہیں کروایا۔۔۔

جب میں بیمار ہوتی تھی تو امی کے ساتھ فیملی ڈاکٹر سے دوائی لینے جاتی تھی واپسی پر راستے میں نانی اماں کا گھر آتا تھا۔۔۔وہ کہتی تھی۔۔۔آو نانو کے گھر چلتے ہیں۔۔۔تو میں اکثر بولا کرتی تھی آپ اب وہاں جا کر کیا کریں گی آپ کی اماں تو ہےہینہیں وہاں۔۔۔!!!(تب نانی ماں کا انتقال ہو چکا تھا)

پتا ہے وہ مجھ سے کیا کہتی تھیں۔۔۔!!!! کہتی تھیں وہ نہیں ہیں تو کیا ہوا ان کا کمرہ دیکھ لوں گی۔۔۔ان کا بستر بھی وہیں ہے وہ دیکھ لوں گی ان کی خوشبو محسوس کر لوں گی۔۔۔۔اس گھر میں ان کے ہونے کا احساس محسوس کرلوں گی۔۔۔انکی غیر موجودگی میں بھی انکے ہونے کا احساس۔۔۔!!! اور میں ہنس کے ٹال دیا کرتی تھی۔تب شاید میں اس درد سے آشنا نہیں تھی۔۔۔۔مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ ماں کے چلے جانے کے بعداس کی چیزوں، ان کے بستر اور ان کے کمرے کو دیکھ کر سکون اندراتارا جاتا۔۔۔میں نے تب ان کے درد کومحسوس نہیں کیا کیونکہمیری ماں تو میرے پاس تھی۔۔۔(جب ہمارے انمول رشتے ہمارے پاس نہیں رہتے تب انکی قدر محسوس ہوتی ہے !!)

جب تک کوئی اپنا بچھڑتا نہیں ہے نا۔۔۔ہمیں پتا ہی نہیں چلتا کہ وہمیں اتنا زیادہ پیارا تھا۔۔اس کے ہونے سے ہی تو ہماری دنیا آباد تھی۔۔وہ نہیں ہے تو ویرانی سی ہے۔۔اس کے ہونے سے جو سکونتھا وہ سکون تو وہ ساتھ ہی لے گئے ہیں۔۔۔
میرے خالی ہاتھوں میں تو بس یادوں کی کتاب پکڑا گیئں ہیں۔۔۔!!!

ان نے مجھے کبھی یہ آرٹ نہیں سیکھایا تھا کہ ماں جب چلی جائے تو اس تکلیف کو کیسے برداشت کرنا۔۔۔

"مائیں تو بیٹیوں کو سب سیکھاتیں ہیں۔دنیا کا ہر ہنر سیکھاتی کہ میری بیٹی کو آگے گھر جا کر کچھ سننا نا پڑے لیکن یہ مائیں اپنے بغیر جینا کیوں نہیں سیکھاتیں"۔۔۔۔!!!

اماں آج آپ کی بیٹی آپ کو بتانا چاہتی ہے۔۔۔میرے پاس ڈھیر ساری دولت ہے،میرے پاس اتنی پیاری فیلمی ہے،ابان کو ایک بار کچھ بولوں مجھے یہ چاہیے تو وہ ہر چیز میرے قدموں میں ڈھیر کر دیتا۔۔۔

اماں میں بتانا چاہتی ہوں۔۔۔سب کچھ ہے سب کچھ بس ایک آپ کیکمی ہے،اماں یہ وہ کمی ہے جو کوئی پوری نہیں کرسکتا حتی کہ ابان بھی!!!۔۔۔کتنی بے بس ہے نا آپ کی بیٹی۔۔۔!!!

ابان سے مزید آگے نا پڑھا گیا۔۔۔وہ نم آنکھوں سے اسکی ڈائری کو وہیں چھوڑے بیڈ کے بائیں جانب آ کر بیٹھ گیا اور خود کو نارملکرنے لگا۔۔اس نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی لیکنوہ ناکام رہا۔۔!!!!!

تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا تو انوشے چہرے پر مسکراہٹ سجائے
ہلکی سی سرخ ناک، سرخ متورم آنکھیں لیے ،بظاہر خود کو پُرسکون ظاہر کرتی باہر آئی۔
ابان نے بھی اپنی آنکھوں میں شرمندگی لیے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجائی۔۔۔
کھانا کھائے گے آپ؟؟ کھانا لگواو؟؟انوشے نے ماحول کو بہتر بنانے کیایک کوشش کی۔۔
جی۔۔۔اس نے انوشے کی آنکھوں میں دیکھتے یک لفظی جواب دیا۔۔۔

میں کہہ کر آتی ہوں آپ فرش ہو جائیں وہ کہتی باہر کی جانب قدم بڑھانے ہی لگی تھی۔۔جب پیچھے سے آتی آبان کی آواز نے اس کے قدم وہیں زنجیر کر دیے۔

انوووو!!!!رکو نام کو تھوڑا سا لمبا کیا گیا تھا۔

انوشے کی جان پر بنی تھی۔۔۔اگر اس نے رونے کی وضاحت مانگ لیتو؟؟؟

اگر پوچھ لیا کہ آپ تو اتنی مضبوط ہو نا تو کیا کہوں گی؟؟؟ وہ دلہی دل میں خود سے مخاطب ہوئی تھی۔

وہ دھیمی چال چلتا اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔انوشے نے اسے گردن اونچی کر کے دیکھا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں گہریسنجیدگی رقم تھی۔۔۔بہت نرمی سے انوشے کو اسکے دونوں کندھوںسے تھامے اس نے کہنا شروع کیا۔۔۔

میں جب بھی زندگی کے بارے میں سوچتا ہوں کہ میرے لیے زندگی کیا ہے؟ تو بخدا انوشے ابان۔۔۔۔۔اللہ کے بعد میرے لیے پہلی ترجیح میری فیملی ہے۔۔۔۔انوشے ابان اور صائم ابان۔۔۔۔

آپ دونوں میں ابان مصطفی کی جان بستی ہے۔۔۔۔

انوشے تکلیف آپ کو ہوتی ہے درد مجھے محسوس ہوتا ہے۔۔۔

چوٹ صائم کو لگتی ہے بلبلا میں اٹھتا ہوں۔۔۔

آنسوؤں آپ کے گرتے ہیں تو درد مجھے ہوتا ہے۔۔۔۔۔!!!

انوشے ابان زندگی کے اندھیروں سے نکل کر روشنی پر چلنا سیکھیں!!!روشنی کی طرف ایک قدم بڑھائیں۔۔۔۔۔۔یقین جانے آپ کا سارا ڈر خوف کہیں دور بھاگ جائے گا۔۔۔

وہ خاموشی سے اسے سنتی رہی۔۔۔۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔

روشنی یا اندھیرا؟؟؟؟؟؟ آپ جو بھی فیصلہ کریں گی۔۔۔۔ایک بات یاد رکھیے گا۔۔۔۔۔میں آپ کے ہر فیصلے میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔۔۔۔۔وہ گھمبیر لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا اسکے گال تھپتھپا کر فریشہونے واش روم کی جانب چلا گیا تھا۔۔۔

انوشے دھیرے سے نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

یہی تو ابان مصطفی کا انداز تھا منٹوں میں ہی تو وہ دوسروں کیفکر کو ہوا میں اڑا دیا کرتا تھا۔۔۔انہیں زندگی کے نئے انداز سے سوچنے پر اکسا دیا کرتا تھا۔۔۔

\-----------------

رات کا ناجانے کونسا پہر تھا۔۔۔اسلام آباد کی کشادہ سڑکیں اس وقتخاموشی کا لبادہ اوڑھے ہوئی تھیں۔۔۔ہمیشہ کی طرح بلیک ہڈ، بلیو جینزہاتھوں پر گلوز پہنے۔۔۔آنکھوں پر اپنی مخصوص جدید تکینک کی گلاسلگائے وہ ارد گرد سے بے نیاز اپنی بلیک ہیوی بائیک سڑک کنارے روکے بائیک کی پشت سے ٹیک لگائے وہ مسس ایلبرڈ سے کچھ کہنے میں مصروف تھا۔۔۔

ہیلر وہ چند لوگ ہیں۔۔۔گاڑیوں پر سوار اسی فیکٹری کے قریب۔۔!

ہیلر کیا تم یہ سب کرلو گے۔!!!!!مسل ایل کی آواز اسکے کان میں موجود آلے پر پڑی۔

وہ مسکرایا تھا شاید۔۔۔ماسک کے اوپر اسکی آنکھیں چھوٹی ہوئی۔۔"مسایل ایسا کوئی کام نہیں ہے۔۔جو "ہیلر" نا کر سکے۔۔وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔۔

سوائے ایک کام کے ہیلر۔۔مس ایل چڑ کے بولی۔

وہ انکی بات سے محظوظ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا۔انکا اشارہ کس جانبہے۔۔!!!!

میں کرلوں گا مس ایل۔!!!میں کرلوں گا۔۔۔!میرے لیے اس مشن سے بڑھ کے اور کچھ نہیں ہے۔۔!ہاں مانا کبھی کبھی مجھ میں وہی خامیاں آپ کو نظر آنے لگتی ہیں۔۔!جو میں بہت دفعہ دہرا چکا ہوں۔۔لیکن اسکا یہ مطلب نہیںکہ ہیلر کمزور ہے۔۔وہ ان سب چیزوں کا سامنا نہیں کر سکتا۔۔!مس ایل۔۔۔میں انسان ہوں۔۔اور میری زندگی میں بھی عام لوگوں کی طرح بہت سے کرائسس ہیں۔۔۔جنہیں حل کرتے کرتے۔۔میں یہاں تک پہنچا ہوں۔۔اور ابجب میں اپنے مقصد کے بہت قریب ہوں تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔۔۔ہاں ہیلر پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہے۔۔۔!!!اسکے لہجے میں موجود زخمیپن بہت دور کہی بیسمنٹ میں اسکرین کے سامنے بیٹھیں مس ایلبرڈ کیآنکھیں نم کرچکا تھا۔۔

ایک دم وہ چونکی۔۔۔!!!کیونکہ سسٹم نے ریڈ الرٹ سگنل دینا شروع کردیاتھا۔۔۔۔!!!!!جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کرتے۔۔وہ اسے آگاہ کرنے لگیں۔۔!!!

ہیلر۔۔۔وہ لوگ آرہے ہیں۔۔۔۔!!!بہت قریب ہیں۔۔ہوشیار رہنا۔۔

انکی بات سنتے۔۔وہ اپنی ایک ٹانگ ہوا میں اڑاتا۔۔بائیک پر سوار ہوا۔۔ہیلمٹ پہنے اسنے اپنی بلیک ہیوی بائیک کو ریس دی۔۔۔اور پھر ٹائروں کیچرچرانے کی آواز آئی۔۔اور اگلے پل وہ بائیک ۔۔۔پل میں منظر سے غائبہوگئ۔۔۔

اسکے غائب ہوتے ہی۔تین گاڑیاں آگے پیچھے۔۔۔اس فیکٹری کے سامنے آکے رکی۔۔

چند لوگ ان گاڑیوں میں سے اترے۔۔۔

وہ لگ بگ دس سے پندرہ بندے تھے، جنہوں نے اپنے چہرے مکمل طور پرڈھکے ہوئے تھے۔۔۔کچھ سامان فیکٹری کے اندر لے جایا جارہا تھا۔۔ ٹھیکبیس منٹ بعد جیسے ہی وہ سارا سامان اس فیکٹری میں اسٹور کرکے باہرنکلے۔۔۔انہیں اپنے پیچھے دھماکے کی دل دہلا دینے والی آواز آئی۔۔۔پہلے۔۔۔فیکٹری۔۔۔پھر چند قدم پر کھڑی۔۔۔انکی گاڑیاں۔۔۔ایک دو تین۔۔۔بلاسٹ۔۔۔پھر دوسری۔۔۔پھر تیسری۔۔۔چند لوگ تو وہی ڈھیر ہوگئے۔۔۔

ان میں سے ایک۔۔۔جو کافی سوٹڈ بوٹڈ تھا۔۔وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کرنےلگا۔۔لیکن افسوس اٹھ نا پایا۔۔پھر بمشکل اپنے کوٹ کی جیب سے موبائلنکالا۔۔۔جلدی سے کانٹیکٹ لسٹ نکالی۔۔۔اس میں سے "باس" کا نمبر نکالااور پھر فوراً ڈائل کیا۔۔ابھی دوسری بیل گئ ہی تھی۔۔۔جب کسی نے اسکے سینے پر اپنا پاوں رکھا۔۔۔اور تھوڑا سانیچے جھکتے۔۔اسکے ہاتھ میںموجود فون اچک لیا۔۔وہ بے اختیار چلایا تھا۔۔اسنے سر اٹھا کر دیکھا۔۔وہی نڈر انداز، وہی بلیک ماسک سے چہرہ ڈھانپے۔۔۔آنکھوں پر گلاسلگائے۔۔۔ہیلر۔۔۔

ت۔۔۔تم۔۔۔درد کے باعث اسنے بمشکل آواز نکالی۔۔۔

ہاں میں۔۔۔وہ اطمینان سے اسکے سینے پر پر اپنی ٹانگ سے دباو ڈالتے اسکے باس کی کال اٹھانے کا منتظر تھا۔۔۔دو تین مزید بیل کے بعد کالا ٹھالی گئ۔۔۔۔

کیا مسلہ ہے۔۔۔بابر۔۔۔کیوں فون کر رہا ہے۔۔۔فون سے ایک بے زار مردانہ آواز گونجی۔۔

دلاور خان۔۔۔آہ کاش تم میرے سامنے ہوتے۔۔۔اور جو میں تمہیں بتانے جا رہاں ہوں۔۔۔اسکے بعد تمہاری غیر ہوتی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔۔۔۔آہ کاش۔۔۔وہ مصنوعی افسوس سے گویا ہوا۔۔ دوسری طرف اس شخص کی آواز سنتے ہی۔۔۔دلاور کے ہاتھ سے موبائل چھوٹتے چھوٹتے بچا۔۔

ہیلر۔۔۔۔کیا ازیت سی ازیت تھی۔۔۔جو اسے یہ نام لیتے ہوئے محسوس ہوئی۔۔۔تم کہاں ہو۔۔۔بابر کہاں ہے۔۔۔!پھر اچانک ایک خیال نے مانو اس کے پیروں تلوں سے زمین کھسکا لی ہو۔۔۔!تم۔۔تم میری فیکٹری کے پاس کیا کررہے ہو۔۔۔!!وہ پریشانی کے عالم میں بولتا چلا گیا۔۔۔جبکہ دوسری طرفموجود۔۔۔ہیلر خاموشی سے اطمینان سے اس شخص کی تڑپتی ہوئی آواز سننے میں مصروف تھا۔۔۔پھر طویل وقفے کے بعد اسکے کہے گئے چار الفاظنے فون کے اس پار موجود۔۔۔دلاور خان کے اوپر مانو گھر کی چھت گرا ڈالی۔۔

I Destroyed Your Factory!!!!

بہت اطمینان سے ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا گیا۔۔۔

میں تمہیں چھوڑو گا نہیں۔۔۔۔!!!!دلاور یک دم اشتعال میں آگیا تمہیں پکڑنے کے بعد میں تمہارے ٹکرے ٹکرے کردوں گا۔۔۔!!!!

وہ مسکرایا تھا۔۔اس شخص کی دھمکی پر.... پھر اسی طرح اس بابرنامی شخص کے سینے پر وزن بڑھایا۔۔دباو پڑنے پر وہ ایک بار پھر شدتتکلیف سے کراہا۔۔اسکی کراہتوں کو اسی طرح نظر انداز کیے وہ چبا چبا کر بولا۔۔

You can't catch me unless i want to!

(تم مجھے تب تک نہیں پکڑ سکتے جب تک میں نا چاہوں)۔۔۔

وہی تپا دینے والا انداز۔۔۔دوسری طرف سے دلاور کے اگلے الفاظوں کا دماسنے فون کال کٹ کرکے توڑ دیا۔۔۔

پھر ایک قہر برساتی نظر اس بابر نامی شخص پر ڈالتے۔۔وہ شخص جسطرح آیا تھا اسی طرح غائب ہو گیا۔۔۔

ہسپتال کی راہداری سے گزرتے ہوئے وہ جانتا تھا۔۔وہ سب لوگوں کی توجہکا مرکز بنا ہوا ہے۔۔لیکن اپنے ازلی لاپراہ انداز سے وہ سب سے بے نیاز۔۔چلتا ہوا اپنے آفس میں داخل ہوا۔۔وہ ہادی تھا۔۔نا چاہتے ہوئے بھی لوگ اسے مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔وہ تھا ہی بلا کا ہینڈسم۔۔۔۔

اپنے آفس چیئر کی پشت پر اپنا اوورآل لٹکائے۔وہ ایک شان سے چیئر پر بیٹھا۔۔ماتھے پر گرے سلکی کالے بال ،آنکھوں میں موجود گہری سنجیدگی اور اپنی تمام تر پرسنیلٹی سمیت وہ اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔چند ایک آرٹیکلز پڑھنے کے بعد اسکے ماتھے پر چند شکنیں ابھری۔۔۔

ابھی وہ کسی کو کال ملا کر کچھ سخت سست سنانے ہی والا تھا۔جب بناناک کیے اسکے آفس کا دروازہ کھلا ۔۔۔وہ سیکنڈ کے ہزاروں حصوں میں جانگیا تھا۔ایسی حرکت کون کر سکتا ہے۔۔۔اسنے اچنبے سے دروازے کی جانبدیکھا۔

جہاں اپنا محصوض ڈاکٹر یونی فارم پہنے۔۔۔بالوں کو کیچر میں مقید کیے۔ڈاکٹر زویا کھڑی اپنی انگلیاں چٹخا رہی تھیں۔۔۔

یقیناً پھر سے کوئی نئ آفت کھڑی کردی ہوگی آپ نے؟؟؟۔۔ہادی نے اسگھبرائی ہوئی لڑکی پر ایک بھرپور نگاہ دوڑائی۔۔۔اور پھر اپنی کرسی کیپشت سے ٹیک لگائے اسکے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔

جب وہ پانچ منٹ تک کچھ نا بولی۔۔تو ہادی نے اکتا کر اسے کہا۔

زویا۔۔پلیز بیٹھ جائیں۔۔۔ہادی کے کہنے پر وہ چپ چاپ اسکے آفس ٹیبل کے روبرو پڑی کرسی پہ بیٹھ گئ۔۔۔

زویا آپ اپنی زبان کہاں رکھ کر آئی ہیں؟؟؟؟ہیزل براون آنکھوں میں گہریسنجیدگی لیے وہ اس سے استفسار کر رہا تھا۔

گھر پر۔۔۔اور بس یہی ڈاکٹر زویا کے ضبط نے جواب دیا۔وہ چڑ کے گویاہوئی۔۔۔

ویری اسٹرینج۔۔۔وہ مسکرایا تھا۔۔یعنی معاملہ سنگین ہے۔۔۔۔

اب کیا کیا آپ نے؟؟؟۔۔۔ہادی نے ایک بار پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔

مجال ہے جو ہادی یہ کہہ دے۔۔۔اب کیا کیا ڈاکٹر زاویار نے۔لیکن نہیں!!!! ہربار ایک ہی سوال ڈاکٹر زویا آپ نے اب کیا کردیا؟ ڈاکٹر زویا اب کونساکارنامہ کردیا۔ڈاکٹر زویا اب کون سی آفت کھڑی کردی۔لیکن نہیں۔۔۔۔کوئیڈاکٹر زاویار سے کیوں نہیں پوچھتا۔۔۔۔۔آہ بیچاری ڈاکٹر زویا کے دکھ!!!!۔۔۔

میں نے کچھ نہیں کیا ڈاکٹر ہادی۔۔وہ آنکھیں ٹپٹپا کر انتہائی معصومیتسے گویا ہوئی۔۔۔(جو بھی کیا واللہ غلطی سے ہوا۔۔جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا!!!) یہ فکرہ وہ دل ہی دل میں بولی۔۔۔۔

ہادی کھل کر مسکرایا تھا۔۔۔اسکی دلکش مسکراہٹ نے چند پل کے لیے زویاکو مبہوت کردیا تھا۔۔

ویسے ڈاکٹر ہادی ہنستے ہوئے آپ کافی اچھے لگتے ہیں۔۔۔اس سڑیل سے توکئی گناہ زیادہ۔۔وہ ایک بار پھر سے اپنی ازلی ٹون میں لوٹ چکی تھی۔۔۔

ڈاکٹر زویا۔۔اسے صدمہ ہی تو لگا تھا اپنے جگر کے لیے لفظ "سڑیل" سنکے۔۔۔

او میرا مطلب۔۔۔ڈاکٹر زاویار۔۔۔اسکی تیوری دیکھ کے وہ فوراً بات بدلگئ۔۔ویسے آپ نے اپنا بلنڈر نہیں بتایا۔وہ گھوم پھر کر اسی سوال پر آگیا تھا۔۔۔

(وہ ایسی ہی تھی۔۔۔ہادی ابراہیم پر اندھا یقین رکھنے والی۔کیونکہ وہ جانتیتھی اگر کوئی اس کو سن سکتا ہے۔۔تو وہ اور کوئی نہیں ہادی ابراہیمہو گا۔۔وہ اس کے سامنے نخرے بھی کرتی تھی۔کیونکہ وہ جانتی تھی وہاسکے نخرے اٹھا لیا کرتا تھا۔۔)

وہ ڈاکٹر ہادی۔۔۔۔ابھی وہ بتانے ہی والی تھی۔۔۔۔جب آفس کا دروازہ ڈھرامسے کھلا۔۔۔۔اور ڈاکٹر زاویار سخت ترین نظروں سے زویا کو گھورتے آگے بڑھے۔۔۔ہادی بے اختیار اپنی آفس چئیر سے کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ کیا ہے ڈاکٹر زویا۔۔۔۔زوایار نے اسکی دی گئیں ساری فائلز زور سے آفسٹیبل پر پٹخی۔۔۔۔(زاویار نے زویا سے کچھ پیشنٹس کی فائلز لانے کو کہاتھا۔۔۔۔وہ بے دھیانی میں غلط فائلز دے آئی تھی جس کا اندازہ اسے یقیناً کارنامہ سرانجام دینے کے بعد ہوا تھا۔۔۔)

اسکی ڈھار پر زویا سہم سی گئ تھی۔۔۔

سوری ڈاکٹر وہ میں۔۔۔۔وہ اپنی صفائی میں کچھ کہتی جب وہ درشتی سے اسکی بات کاٹ گیا۔۔۔

واٹ سوری۔۔۔۔واٹ سوری۔۔۔زویا۔۔۔۔آپ کے لیے سوری ایک مذاق ہے؟۔۔۔جبکام بگاڑتی ہے

۔سوری۔۔۔سوری۔۔۔۔۔سوری۔۔۔۔

"سوری " کا مطلب بھی جانتی ہیں آپ؟؟؟؟وہ چلایا تھا۔

زاویار۔۔۔ہادی نے کچھ کہنا چاہا جب ہاتھ اٹھا کر زاویار نے اسے روک دیا۔۔۔

زویا کی آنکھوں سے ایک آنسوؤں ٹوٹ کر اسکے گال پر بہہ گیا۔۔۔

بس یہی کرنا آتا ہے آپ۔۔۔کو۔۔۔۔رونا رونا رونا۔۔۔۔اور بس رونا۔۔۔۔۔۔اگر آپاسی غیر زمہ دارانہ رویہ کا اختیار کرتی رہی تو۔۔۔معذرت ڈاکٹر زویا فیصلمجھے آپ کو فائر کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں

لگے گا۔۔۔۔وہ چبا چبا کر ایکلفظ کہتا۔۔۔ہادی کے آفس سے نکلتے دائیں جانب مڑ گیا۔۔۔(وہ ایسا ہی تھاکام کے معمالے میں کسی ایک کی بھی نا سننے والا۔)

زویا اپنے آنسوؤں پونچھتی اسکے آفس سے نکلتی بائیں جانب مڑ گئ۔۔۔

پیچھے کھڑا ہادی ابراہیم کلس کر رہ گیا۔۔۔۔۔وہ کیا کرتا وہ کس کو سمجھاتا۔۔۔ایک طرف اسکا جگر تھا۔۔۔تو دوسری طرف اسکی نازک دلدوست۔۔۔۔۔وہ کس کے پاس جاتا۔۔۔فیصلہ چند لمحے میں ہوا اپنا اوورآل پہنے،بالوں پر ہاتھ پھیرتے ایک سرد آہ بھرتے وہ اپنے افس سے نکلتا بائیں جانبمڑ گیا۔۔۔

رات کے گہرے سائے میں وہ چار کنال پر پھیلا فارم ہاوس مصنوعی روشنیوں سے پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

جدید طرز کہ بیرونی گیٹ پر ایک اسکرین لگی تھی۔۔۔اس کے آن ہوتے ہی اسکرین پر چار ہندسے ابھرتے اور چار ہندسوں کے اوپر انگریزی حرف میں

Enter The Passcode لکھا ہوا آرہا تھا۔۔۔

ہمیشہ کی طرح بلیک ہڈ، بلیک جینز، اور سر پر بلیک پی کیپ پہنے وہ بیرونی گیٹ کے سامنے کھڑا تھا۔ جیسے ہی اس نے اپنے گلوز میں چھپے ہاتھوں سے پاسورڈ اینٹر کیا۔۔۔آٹومیٹکلی گیٹ کھلنے لگا۔۔۔آنکھوں سے اپنی جدید طرز کی گلاسس اتارتے اس نے اپنے قدم اندر کی طرف بڑھائے۔۔۔جیسے ہی وہ فارم ہاوس میں داخل ہوا اسکے پیچھے سے دروازہ خودبخود بند ہوگیا۔

(وہ ایسا فارم ہاوس تھا۔۔۔جس میں نا کسی سیکیورٹی گارڈ،مالی، اور باورچی کی ضرورت تھی)

فارم ہاوس کے آغاز میں ایک وسیع و غریض طویل لان تھا۔جس کے چاروں طرف مختلف قسم کے پھولوں کی کیاریاں لگی ہوئی تھی۔مختلف قسم کے پودے، پھل اور پھول لگائے گئے تھے۔ان کو پانی دینے کے لیے سائیڈوں پر آٹومیٹک بٹنز لگائے گئے تھے۔جن کی ٹائمنگ دن اور رات کے حساب سے سیٹ کی گئ تھی۔دن کے وقت اگر کوئی ہو یا نا ہو۔کچھ گھنٹوں بعد وہ آٹومیٹکلی آن ہوجاتے اور ان کے آن ہوتے ہی چاروں طرف سے پانی کے فوارے نکلتے جو کچھ ایسی ڈائریکشن پر تھے جن سے با آسانی پودوں کو پانی حاصل ہوسکتا۔

وہ ایک نظر اپنے جدید طرز کے لان پر ڈالتا فارم ہاوس کے بیرونی گیٹ کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔
بیرونی گیٹ شیشے کا بنا ہوا تھا۔۔۔جس کے دائیں جانب دیوار پر ایک فنگر پرنٹ اسکینر لگایا گیا تھا۔ جس کے اسکین ہونے پر گھر کا بیرونی گیٹ کھلتا تھا۔۔۔ہاتھوں سے گلوز اتارتا وہ اپنے دائیں ہاتھ کے انگھوٹے سے فنگر پرنٹ اسکین کرنے لگا۔۔۔ہاتھوں کی نسیں ابھری ہوئیں تھی۔
چند ہی سیکنڈز میں کلک کی آواز پر دروازہ کھلنے لگا۔دونوں طرف سے وہ شیشے کا دروازہ خودبخود کھل گیا۔
اسنے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے اندر پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔
وہ جہاں کہاں قدم رکھتا لائٹس خودبخود آن ہوجاتی۔

طویل راہداری پار کرتے ایک بہت بڑا سا لیونگ روم تھا۔لیونگ روم میں داخل ہوتے اپنی آنکھوں سے گلاسس اتاڑے تو پیچھے سے نیلی آنکھیں جھانکنے لگی۔سر سے پی کیپ اتارے وہ دھپ سے صوفے پر لیٹ گیا۔۔۔

ابھی اسے لیٹے چند سیکنڈز ہی ہوئے تھے۔۔۔جب اسے شدید بھوک کا احساس ہونے لگا۔وہ منہ بناتا صوفے سے اٹھ گیا۔

لیونگ روم سے نکلتے بائیں جانب۔ایک بہت خوبصورت سا وائٹ اور بلیک کامبینیشن کا کچن بنا ہوا تھا۔
کچن میں داخل ہوتے ہی اسنے فریج کھولی۔۔۔فریج کے اندر بے شمار
کینز،چاکلیٹس،کینڈیز،بسکٹس،مختلف قسم کے اسنیکس رکھے گئے تھے۔

چند اسنیکس اور کین لیے وہ لیونگ روم میں آگیا۔صوفے پر اپنے دونوں پیر اوپر کیے۔۔۔اسنے کین کھولا۔۔۔جس کے کھولنے سے۔۔۔ٹشش۔۔۔کی آواز خاموش فارم ہاوس میں گونجی۔۔وہ سکون سے کین پینے لگا۔۔۔ابھی دو گھونٹ اندر گئے ہی تھے۔۔۔جب اسکا فون بج اٹھا۔

وہ سخت بے زار ہوا تھا۔۔۔اسنے فون اٹھا کے دیکھا تو اسکرین پر "مس ایل" کا نام جگمگا رہا تھا۔۔۔منہ بناتے اسنے کال یس کرلی۔۔۔

مس ایل آپ کو اس وقت بھی سکون نہیں مل رہا۔۔۔!!!بےزار سی آواز مس ایک کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔۔

وہ کیا ہے ناں میری جان۔۔۔!تمہارے دن کا آغاز بھی میری میٹھییی۔۔۔۔ میٹھی* پر زور دیا گیا تھا۔۔آواز سن کے ہوتا ہے اور رات کی نیند بھی تمہیں یقیناً میری میٹھی آواز سنے بغیر کہاں آنی تھی۔۔۔۔!!!

مس ایل کی شوخ آواز اس کے کانوں میں گونجی۔۔۔

استغفراللہ۔۔۔اپنی عمر دیکھیں اور حرکتیں دیکھیں!!!۔۔۔۔ ہیلر نے تو باقاعدہ اپنا ایک ہاتھ کان کو لگا لیا۔۔۔دوسرے سے اگر فون نا پکڑا ہوتا تو یقیناً وہ بھی لگا چکا ہوتا۔۔۔۔

میری عمر ہی کیا ہے بھلا۔۔۔بس اٹھارہ سال اٹھارہ سال کی ایک بہترین اور خوبصورت ہیکر کوئی مجھے ایک بار دیکھ لے۔۔۔۔وہ اپنی ہی رو میں بولتی چلی جا رہیں تھیں۔۔۔جب ہیلر نے انکا جملہ کچھ اس طریقے سے مکمل کر ڈالا۔۔۔

تو وہی مرجائے۔۔۔۔وہ اسنیکس کھاتے ہوئے مزے بولا۔۔۔

فون کے دوسرے جانب مکمل سکوت چھا گیا۔۔۔۔

مس ایل؟؟؟؟؟ آپ کی شہد سے بھی زیادہ میٹھی آواز نہیں سنائی دے رہی۔کچھ بولیں مس ایل ورنہ مجھے آپکی آواز سنے بغیر نیند کہاں آئے گی ؟؟ وہ اب مس ایل کو چھیڑنے کے موڈ میں تھا۔۔۔

معامولی سی عزت دینے کے بعد لوگ عموماً خوش ہوتے ہیں ہیلر۔۔۔لیکن یہاں میری کافی عزت افزائی کی گئ ہیں خوشی کے باعث آواز ہی نہیں نکل رہی۔۔۔۔وہ جل کر گویا ہوئیں۔۔۔

اووووووو آئی سی۔۔۔آپکی عزت افزائی کرنے کا شرف کس بحیثیت انسان نے حاصل کیا ہے۔اس نے دونوں پیر کاؤچ کی سیدھ میں پڑے ٹیبل پہ رکھے اور مزے سے پوچھنے لگا۔۔۔

انسان تو خیر کوئی نہیں لیکن کسی جانور کو یہ شرف حاصل ہوا ہے۔وہ بھی مس ایل تھی۔اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی عادی۔۔۔

اسنیکس کھاتا منہ اسکا کھل گیا۔۔۔فون کو ہٹا کے نیلی آنکھوں کو چھوٹا کیے گھور کہ دیکھا مانو فون سے نکال کہ سالم نگل جانا چاہتا ہو۔۔۔

فون کو گھور بعد میں لینا ینگ مین!!!!ابھی کام کی بات پے فوکس کرو۔۔!!وہ اسکی حیرانگی بھانپ چکی تھیں۔۔۔

مثلاً؟؟؟اسنے حقیقتاً ایک ابرواچکا کر سوال پوچھا۔۔۔

اور وہ اس کے جواب میں کام کی تفصیل بتانے لگی۔۔۔

?Our Next Target Is In Lahore

ہیلر نے بات کے اختتام پر ایک بار تصدیق چاہی۔۔۔

Yes , young man ! Our next target is in lahore

!!!!you have to be careful &

وہ اسے آگاہ کرتے ہوئے بولیں۔۔۔

!Don't worry!My Old Lady

(پریشان مت ہوں!!!میری بوڑھی خاتون!)

اسنے ایک بار پھر مسکرا کر مس ایک کو چھیڑا

Shut up you idiot & get lost!!!!

وہ اسے سناتی غصے سے کال کاٹ گئیں تھیں۔۔۔

ہاہاہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔انکے اس ری ایکشن پر ہیلر کا ایک جاندار قہقہ گونجا تھا۔۔۔۔

(یہ وہ شخص نا تھا۔۔۔جو ہر وقت سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے رکھتا تھا۔۔۔یہ وہ شخص تھا۔۔۔جس کی زندگی میں صرف مس ایل تھیں۔۔اور وہ کبھی کبھی ان کہ سامنے مسکرا لیا کرتا تھا۔۔۔)

زاویار اور ہادی اس وقت اپنے آفس میں موجود ایک پیشنٹ کی فائل کو ڈسکس کر رہے تھے کہ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔

یس کم ان زاویار ہادی کی ہاں میں ہاں ملاتے ساتھ ہی باہر سے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔

آہستگی سے دروازہ کھلا تو دونوں نے بیک وقت نظر اٹھا کر دیکھا جہاں ڈاکٹر زویا متورم آنکھیں ہاتھ میں لفافہ پکڑے کھڑی تھی۔۔۔

آؤ نا زویا ہادی نے اپنے برابر والی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔۔۔زاویار دوبارہ سے فائنل کی جانب متوجہ ہوگیا۔۔

آہ کھڑوس کہیں کا اسے تو ابھی میں بتاتی ہوں زویا دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوئی۔۔

نہیں ڈاکٹر ہادی میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی زویا تھوڑی تیز آواز میں بولی۔۔۔نہیں تو لوگ سمجھیں گے کہ خود تو مجھے وقت کی قدر نہیں ہے اور ان کا بھی برباد کر رہی ہوں۔

آہ یہ مجھ پہ چوٹ کر رہی ہے؟؟؟زاویار دل ہی دل میں خود سے سوال کیا۔۔۔!!!

ہادی نے انڈائیرکٹلی زاویار کی بے عزتی کو انجوائے کرتے مسکراہٹ ضبط کی۔۔۔

ہادی جلدی بات مکمل کرو مجھے اور بھی کام ہیں زاویار بھی کہاں پیچھے رہنے والوں میں سے تھا۔

ڈاکٹر زاویار احمد آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟؟؟ شکل تو آپ کی ایسے ہیں جیسے سڑا ہوا کریلا ہوتا۔۔۔اور کیا کہہ رہے تھے آپ مجھے۔۔۔اووو ہاں یاد آیا۔۔۔آپ زویا کی یہاں سے چھوٹی کروا دیں گے ہاہاہاہا اچھا مزاک تھا۔۔۔

زاویار تیز گھوری سے اسے نواز رہا تھا لیکن مقابل پر آج کچھ بھی اثر نہیں کر رہا تھا۔۔۔وہ تو آج سننے نہیں سنانے کے موڈ میں تھی۔

اررررے آپ کیا دنیا کا کوئی بھی انسان زویا اور یہاں سے اس کی مرضی کے بغیر نکال نہیں سکتا۔۔۔آپ ایک انچ بھی یہاں سے مجھے حلا نہیں سکتے اور آپ کیا مجھے یہاں سے نکالیں گے؟زوایار احمد میں آج ڈاکٹر زویا آپ کے ساتھ کام کرنے سے خود زیزائن کرتی ہوں۔۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا لفافہ آگے بڑھ کر زاویار اور ہادی کے درمیان پڑی ٹیبل پر پھینکا تھا۔۔۔جو اڑتا ہوا ٹیبل کے وسط میں گرا تھا۔

ہادی کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔۔۔زاویار بھی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔۔۔

زویا زاوی کا یہ مطلب نہیں تھا وہ غصے میں تھا نا ہادی نے وضاحت کرنا چاہی۔

بسسس ہادی ان کا جب جی چاہتا یہ زویا کو کچھ بھی کہہ لیں آپ نے دیکھا تھا نا کیسے انسلٹ کی ان نے میری اس کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔میں یہاں بے عزت ہونے نہیں آئی۔وہ یہ کہتے ہی وہاں سے ایک سیکنڈ میں واک آؤٹ کر گی۔

ہادی نے افسوس سے زاویار کے ساتھ نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔

کیا ہے؟؟؟اب تم بھی مجھے ہی غلط بول لو زاویار غصے سے گویا ہوا۔

کیا کہا تھا تم نے زویا اسے بس رونا رونا اور بس آتا۔۔۔خود کو دیکھا کبھی تمہیں غصہ غصہ اور بس غصہ آتا ہے ہادی یہ کہتے ہی آفس سے واک آوٹ کر گیا۔

زاویار نے غصے سے ٹیبل پر پڑے لفافے اور چار ٹکڑوں میں تقسیم کیا اور ڈسٹ بن کی زینت کر دیا۔

وہ لاؤنج میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے سامنے نصب ایل سی ڈی پر کوئی پروگرام دیکھ رہیں تھیں۔

اسلام وعلیکم۔۔۔!!!موم زویا اونچی آواز میں ماں کو سلام کرتی اپنا بیگ صوفے پر رکھ رہی تھی۔

سمینا کی نظر اسکرپر سے ہوتی سامنے وال کلاک کی جانب اٹھی۔زویا بیگ رکھتے ان کے ساتھ صوفے پر ڈھپ سے گر گئ۔

اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں ایسے جیسے میں ہسپتال سے نہیں مریخ سے آئی ہوں۔زویا نے ان کا حیران ہونا بھانپ لیا تھا۔

جب اولاد اتنی سلجھی ہوئی ہو تو ماں کا حیران ہونا تو بنتا ہی ہے سمینا صاحبہ نے بھی اس کے جلدی گھر آنے پر چوٹ کی تھی۔

زویا کے چہرے کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا اس نے لاڈ کے ان کے گرد بازوؤں کا خصار قائم کیا تھا۔۔۔

چھٹیاں لیں ہیں میں نے ہسپتال سے اصل بات کو گول کرتے اس نے ایک شوشا چھوڑا تھا۔

کیوں لیں ہیں؟؟ کس خوشی میں؟؟ سمینا بگڑیں تھیں۔۔۔

(کیونکہ زویا گھر پر ہوتی تو ہر وقت اس کا فرمائشی پروگرام کھلا رہتا تھا۔۔جس کی وجہ سے سمینا صبح تا شام ملازمہ کے ساتھ مل کر اس کی فرمائشیں ہی پوری کرتی رہیتں تھیں اور انہیں زویا کی اس عادت سے بہت چڑ تھی۔۔۔

سمینا صاحبہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔۔۔۔بڑا بیٹا عبداللہ اپنی فیملی کے ساتھ اٹلی شفٹ تھا۔اور اس سے چھوٹا علی حیدر پڑھائی کی غرض سے اسلام آباد ہوتا تھا۔اور زویا ان کے ساتھ لاہور ہی ہوتی تھی۔۔۔فیصل صاحب کا اپنا ذاتی کاروبار تھا۔۔۔وہ ایک خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔۔۔

موم ڈئیر میرا موڈ نہیں ہو رہا جانے کا اس لیے نہیں جاؤں گی اس نے شانے اچکائے تھے۔۔۔سمینا ابھی بھی اس ڈھیٹ کے اطمینان کو دیکھ رہیں تھیں۔

میں ابھی ہادی اور زاویار کو کال کر کے پوچھتی ہوں اتنی ڈھیل کس لیے دے رکھی ہے اسے۔اپنے پرفیشن کو لے کر سنجیدہ ہی نہیں ہے۔۔۔سمینا ہمیشہ زویا کو سنجیدہ رہنے اور دل لگا کر کام کرنے کی تلقین کرتیں تھیں۔

(ہادی اور زاویار کے ساتھ ان کی کافی بنتی تھی۔۔۔اور ان کے فیملی ریلیشنز بھی تھے۔اس لیے زویا کو ہر بار کی طرح اس بار بھی دھمکی دے رہیں تھیں)

زویا نے لمبی سانس خارج کی۔۔۔۔افففف ایک تو یہ دو آپ کے چمچے۔۔۔میں فریش ہو کر ریسٹ کروں گی اور ہاں جب میں اٹھوں تو پاستا کھاؤں گی۔۔۔۔ہاتھ جھلا کر اعلان کرنے کے سے انداز میں وہ کہتی ننگے پاؤں لاؤنج سے نکلتے بائیں جانب مڑ گئ۔۔۔

ہر کسی کی ناک میں دم کرنے کی تو زویا فیصل نے قسم کھا رکھی تھی۔

پیچھے بیٹھی سمینا نے لاونچ کی حالت پر نظر دوڑائی جہاں ایک صوفے پر زویا کا بیگ پڑا تھا۔ایک صوفے پر دوپٹہ ایک صوفہ جہاں وہ ان کے ساتھ بیٹھی تھی وہاں پاس اس کا ایک جوتا تھا اور لاؤنچ کے اختتام پر دروازے کے پاس ایک جوتا تھا۔

بے اختیار ان نے لمبی سانس خارج کی تھی اور نفی میں سر ہلا رہی تھیں دفعتاً ان نے ملازمہ کو آواز لگائی اور سارا بکھیرا اٹھانے کو کہا اور خود ان نے کچن کی راہ لی۔۔۔

بھئ ملکہ عالیہ کے لیے پاستا جو بننا تھا۔۔۔اکلوتی بہن ہونے اور باپ اور بھائیوں کے لاڈ اور پیار نے اسے سر پر چڑھا رکھا تھا۔شوخی اس کی طبیعت کا حصہ تھی۔اور یہی اس کی شخصیت کو سب سے منفرد دیکھاتی تھی۔

وہ دونوں پاؤں اوپر کیے سامنے رکھے باول میں سے مزے سے نوڈلز نکال نکال کہ کھاتی ٹی وی پر اپنی پسندیدہ سیریز THE F.R.I.E.N.D.S دیکھنے میں مصروف تھی۔۔۔آس پاس چیزیں بکھری

پڑی تھی۔ڈوپٹا صوفے کی پشت پرلٹکا آدھا زمین کو تو آدھا صوفے پر پڑا ہوا کے باعث اِدھر اُدھر جھول رہا تھا۔

پتا نہیں اس لڑکی کو کب عقل آئے گی۔سمینا لاونج میں داخل ہوتے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولیں۔۔۔!!!

وہ ٹی وی دیکھنے میں اس قدر محو تھی کہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس تک نا ہوا۔۔۔

یہ کیا ہروقت تم ان موئے انگریزوں کو دیکھتی رہتی ہو۔۔۔۔فٹے منہ ان پہ اور انکی انگریزی پہ۔۔۔سمینا کافی بدمزہ ہوئیں تھی۔۔۔

ایک ہی ڈی پے وہ ہی بار بار دیکھے جانے والے نمونوں کو دیکھ کہ۔۔۔!!!!

موم۔۔اتنی کمال کی سیریز کو آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہے۔۔۔منہ تک جاتا اسکا نوڈلز کا فوک ساکت ہوگیا اور وہ صدمے سے آنکھیں ٹپٹپاتی اپنی موم کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

موئے کو موئے ہی کہوں گی بیٹا جی اور کب تمہیں عقل مت ائے گی زویا کتنا پھیلاوا کر دیتی ہو۔۔۔وہ آس پاس بکھری ہوئی چیزیں سمیٹتے ہوئے بولیں۔۔۔۔

اماں۔۔۔یہ سگھڑ پن کے گُھٹر مجھے نا سکھایا کریں۔وہ سخت بدمزہ ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

پھوہڑ نا ہو تو۔۔۔۔وہ خفگی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگیں تھیں۔۔۔جب انہیں بیل کی آواز نے اپنی جانب متوجہ کیا۔۔۔

ٹن ٹن۔۔۔۔یہ رات کے نو بجے کون آیا ہو گا۔۔۔وہ صوفے سے اترتی جوتا پہنتے ہوئے باہر دیکھنے جاہی رہی تھی۔۔۔

جب پیچھے سے موم کی آواز نے اسے روکا۔۔۔

بے وقوف لڑکی۔۔۔ڈوپٹا کیا تمہارے باپ دادا نے لینا ہے؟وہ خفگی سے اسے گھورتی لتاڑ رہی تھی۔

(ملازمہ ان نے بس دن کے لیے رکھی تھی وہ بھی شام میں گھر کو روانہ ہو جاتی تھی اور گیٹ کیپر کوئی بھی نہیں رکھا تھا)

وہ زبان دانتوں تلے دباتی مڑی۔۔۔اور موم کے ہاتھ سے ڈوپٹا لیتی گیٹ کی جانب بھاگی۔۔۔

افف یہ لڑکی۔۔۔!وہ اسکے جذباتی پن پر نفی میں سر ہلا کر رہ گئیں۔

وہ گرتی پڑتی ڈوپٹا ایک کندھے پر اڑستی گیٹ تک پہنچی۔۔۔

کون؟؟؟؟مدھم آواز میں اس نے استفسار کیا۔

زویا دروازہ کھولو میں ہوں۔۔۔ہادی دروازے کے پار سے ہادی کی آواز آئی۔۔۔

دروازے کے اس پار زویا کی آنکھیں ہی کھل گئ تھیں۔اس نے فوراً سے پہلے دروازہ کھولا۔۔۔

ہادی آ۔۔۔۔۔۔دروازہ کھولتے اسکے باقی لفظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔

کیونکہ۔۔۔ہادی کے ساتھ زاویار بھی موجود تھا۔

ہادی سیاہ ٹی شرٹ میں جوڑے شانے واضح ہو رہے تھے اور سیاہ ہی جینز پہنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا۔۔۔ماتھے پر گرتے بال اسے مزید پر کشش بناتے تھے۔

جبکہ زاویار وائٹ گول گلے والی شرٹ اور بلیو جینز پہنے ہوئے تھا۔ہاتھ میں موجود گھڑی۔۔۔ماتھے پر سلیقے سے ایک طرف سیٹ کیے گئے بال سے وہ جاذب نظر آرہا تھا۔

ہادی کے برعکس وہ تھوڑا غیر آرام تھا اور شرمندہ نظر آتا تھا۔۔۔

اب کیا منہ دیکھتی رہے گیں یا اندر بھی بلائیں گی؟؟؟بلاآخر ہادی نے مسکراہٹ دبا کر زویا کو مخاطب کیا۔۔۔

اوو۔۔۔ہاں میرا مطلب سوری۔۔۔۔آ۔۔۔آپ لوگ آئیں ناں اندر۔۔۔۔وہ دروازے میں جم کے کھڑی انہیں اندر آنے کی دعوت دے رہی تھی۔

آپ سامنے سے ہٹے گی تو آئیں گے ناں۔زاویار نا چاہتے ہوئے بھی اسکی بوکھلاہٹ پر ہلکا سا مسکرایا۔۔۔

اوو سوری۔۔۔زویا نے خفت سے اپنا چہرہ جھکا لیا اور ایک طرف ہوتے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔۔۔

پہلے ہادی اور پھر زاویار اندر داخل ہوا۔۔۔وہ دونوں متلاشی نظر سے گھر کا جائزہ لے رہے تھے۔

موم اندر لاونج میں ہیں۔۔۔آپ لوگ آئے ناں۔۔۔زویا نے اندر لے جانے لگی۔

زاویار سب سے پہلے اندر گیا تھا۔۔جبکہ ہادی نے ایک سیکنڈ کے لیے زویا کی طرف دیکھ کے ایک آنکھ ونگ کی اور مسکرایا اسکی اس حرکت پر زویا نے بھی ایک آنکھ ونگ کی اور شریر سا مسکرائی۔۔۔۔

(زاویار اور ہادی کی سمینہ کے ساتھ باڈنگ بہت سٹرانگ تھیں۔۔وہ ان کے گھر اکثر اوقات آیا جایا کرتے تھے اور سمینہ کو بھی وہ دونوں سعاوت مند بچے بہت عزیز تھے۔وہ انہیں اپنا بیٹا ہی سمجھتی تھیں۔۔۔)

جیسے ہی وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو دیکھا زاویار جھک کے سمینہ سے پیار لے رہا تھا۔
کیسی ہیں اماں؟؟؟زاویار نے ان کی خیریت معلوم کی۔
میں ٹھیک ہو بیٹا۔۔۔تمہیں دیکھ کے مزید بہتر ہوگئ ہوں۔۔۔وہ خوشی سے اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔
ناٹ فئیر اماں میں بھی تو ہوں۔ہادی مصنوعی خفگی سے بولتا ان کے قریب آیا۔۔
ارے میرا ہادی بھی آیا ہے۔۔آج کیسے اماں کی یاد آگئ۔۔۔وہ اسے پیار دیتے ہوئے تھوڑا خفگی سے بولیں۔
اماں آپ تو ہر وقت یاد آتی ہیں۔۔۔بس کام کی مصروفیت کی وجہ سے چکر بہت کم لگتا۔۔۔
جیتے رہو بچو۔۔خوش رہو۔۔بیٹھو تم لوگ میں تم لوگوں کے لیے کافی بنا کے لاتی ہوں۔۔۔اور زویا تمیز سے پیش آنا۔۔۔انہیں بیٹھنے کا کہتی آخر میں وہ زویا کو لتاڑنا نا بھولی۔
ان کی بات پہ اسنے برا سا منہ بنایا تھا۔۔۔
جیسے وہ دونوں نوٹ کر کے مسکرائے۔

تھوڑی دیر میں سمینہ تین کپ کافی کہ ان کے سامنے رکھی اور بیٹھی ہی تھیں کہ کمرے میں پڑے موبائل بجنے کی آواز آنے لگی وہ انہیں بیٹھنے کا کہتی خود فیصل صاحب کی کا سننے چل گئ تھیں۔

اب وہ تینوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے خاموشی سے کافی کے گھونٹ بھر رہے تھے۔

اہمم۔۔۔ہادی نے گلا کھنگار کے خاموشی توڑنا چاہی۔۔

زاویار نے اپنا کافی مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور مزید آگے کو جھک کے اپنے دونوں بازوں اپنے گھٹنوں پر رکھے انگلیاں آپس میں باہم پھنسائے۔وہ زویا کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

اور وہ اپنے چہرے پر آمڈ آنے والی مسکراہٹ چھپانے کے لیے کافی کا کپ لبوں سے لگا گئ۔۔۔

زویا۔۔۔زاویار نے اسے بے چارگی سے بلایا۔

جی۔۔۔یک لفظی جواب وصول ہوا

ہادی زویا کی سنجیدگی پر مسکراہٹ دبا گیا۔

آپ نے آج بہت غلط حرکت کی ہے زویا کون اسطرح ٹرمینیشن لیٹر دیتا ہے۔وہ پہلی بار نرمی سے بولا تھا۔

تو آپ بتادیں کیسی حرکت کی ہے میں نے اور ساتھ یہ بھی بتادیں کسطرح سے ٹرمینشن لیٹر دیا جاتا ہے۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔

م۔۔۔میرا مطلب تھا آپ جاب چھوڑنا کیوں چاہتی ہیں؟؟؟

کیونکہ وہاں چوبیس گھنٹے میری عزت افزائی ہوتی ہے۔سوری لیکن وہ کیا ہے ناں مجھے اتنی عزت راس نہیں آتی۔۔اسکا اشارہ آج صبح کی زاویار سے پڑھنے والی جھڑک پر تھا۔

تو زویا آپ کی حرکتیں بھی تو ایسی ہی ہے ناں۔۔بجائے معافی مانگنے کے زاویار صاحب اسے اسکی حرکتوں کے بارے میں آگاہ کر رہے تھے۔

ہادی نے اپنا ماتھا پیٹا۔۔۔اس نے بے اختیار زویا کو دیکھا اور زویا نے بھی اسے دیکھا اور جیسے کہہ رہئ ہو "یہ انسان نہیں سدھرنے والا"۔

آپ جو مرضی کہہ لیں لیکن میں اب وہاں کام نہیں کروں گی۔مجھ سے روز روز یہ سب برداشت نہیں ہوتا وہ تڑخ کے بولی۔

زویا۔۔آئی ایم رہیلی سوری فار مائی روڈ بی ہیویر اسنے ایک دم آگے ہوکہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوری بول دیا۔۔۔صرف وہئ جانتا تھا اسنے یہ تین بول کسطرح ادا کیے تھے۔

آ۔۔۔چند پل کہ لیے وہ گھبڑائی۔۔اسے سمجھ نا آئے کیسا رد عمل دے۔۔۔اس نے ہادی کی طرف اور ہادی مزید اپنا کپ منہ کو لگا گیا وہ محظوظ ہورہا تھا۔۔۔

یہ کیا آپ دونوں بار بار ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔۔۔وہ مشکوک نظروں سے کبھی زویا تو کبھی ہادی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

ہادی جو بہت ریلکیس ہوکہ بیٹھا تھا۔۔یکدم ہڑبڑایا۔۔۔نہیں تو۔۔۔ویسے ہی۔۔۔۔بس۔۔۔۔

زویا نے بھی اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔۔۔

میں نے کچھ کہا ہے آپ سے زویا۔۔۔۔زاویار دانت پیس کر بولا ایک تو وہ سوری بول رہا تھا۔۔۔اوپر سے اسکے نخرے ہی ختم ہونے کو نہیں آرہے تھے۔

آ۔۔اٹس اوکے زاویار۔۔معاف کیا۔۔ایک ہاتھ جھلا کر کہتی وہ اس پر احسان کر گئ تھی۔۔۔
ہادی کو بے اختیار ہنسی آئی۔۔اس نے ایک گھونٹ کافی کا بھرا۔لیکن یہ کیا اسے شدید قسم کا غوطہ لگ چکا تھا۔۔۔
زاویار کہ ابرو جو زویا کی وجہ سے تن گئے تھے۔وہ ہادی کی طرف مڑا۔۔آرام سے پی تیرے پیچھے کونسا کتا لگا ہوا ہے۔
ہادی نے اسکی بات پر سر سے پیر تک اسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔۔۔تو اور کون۔
ہادی سے ضبط کرنا مشکل ہوچکا تھا۔آئی ایم فائن۔۔ہادی نے بمشکل خود کو نارمل رکھتے ہوئے بولا۔۔
زویا نے تشویس سے اسکی جانب دیکھا۔۔ہادی آپ ٹھیک ہیں؟؟؟؟یس لیڈی آئی ایم فائن وہ مسکراہٹ دبا کر فاتخانہ انداز میں بولا۔۔۔
زویا۔۔آپ کل سے اپنی ڈیوٹی پر واپس آرہی ہیں۔۔۔میں ایک لفظ مزید نہیں سنوں گا اب۔۔۔وہ یہ کہتا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گیا تھا۔۔۔
میں نہیں آرہی آپ نے معافی ضرور مانگی ہے لیکن آپ اپنی حرکت پر ہرگز شرمندہ نظر نہیں آرہے۔۔۔
اسے کہتے ہیں پھیلنا اور زویا میڈم پھیل چکی تھیں۔۔۔
ہادی نے اسے آنکھیں دکھائی۔۔۔زویا وہ مانگ تو رہا ہے معافی اب جانے دو اس بات کو۔۔۔اور سے کہتے ہیں پینترا بدلنا۔۔۔جو کہ ہادی صاحب بدل ج
چکے تھے۔

دیکھیں مس زویا فیصل۔۔۔!میرے صبر کا امتحان نہ لیں۔۔۔میں اپنی کل کی حرکت پر شرمندہ ہوں۔۔میں اس کے لیے معذرت بھی کرچکا ہوں۔۔۔آپ کل سے ڈیوٹی جوائن کر رہی ہیں۔۔۔اور میں کچھ نہیں سنو گا مزید۔۔۔۔ایک لفظ نہیں۔۔۔!وہ اسکا کھلتا منہ پہلے ہی بند کرواچکا تھا۔۔۔۔ہادی۔۔۔چلو۔۔۔وہ ہادی کو چلنے کا کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

اسکے جانے کے بعد زویا اور ہادی کا مشترکہ قہقہ پورے لاونج میں گونجا تھا۔۔ان دونوں نے ہاتھ کا مکہ بنا کے آپس میں مس کیا۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔"دیکھیں مس زویا فیصل۔۔۔!میرے صبر کا امتحان نہ لیں۔۔۔میں اپنی کل کی حرکت پر شرمندہ ہوں۔"وہ زاویار کی نقل اتارتی۔۔۔ہنسی سے لوٹ پھوٹ ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔۔۔

ویسے کیا پلان بنایا تھا آپ نے ہادی،وہ ہادی کے ہاتھ پر ہاتھ مارتی ایک بار پھر ہنسنے لگ گئ۔۔۔

زویا اگر گھی سیدھی انگلی سے نا نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی چاہیے۔۔۔مانتی ہیں نا مجھے؟

یو آر دی بیسٹ ہادی۔۔۔۔۔وہ آنکھیں ٹپٹپاتے اسے دیکھتی جوش سے کہہ گئ۔۔۔۔

تالیاں۔۔۔۔واہ واہ۔۔۔۔۔وہ دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجاتا۔۔۔۔عین ان دونوں کے درمیان آکھڑا ہوا۔۔۔

واہ واہ۔۔۔۔زبردست۔۔۔۔۔بہت خوب۔۔۔۔بہت عمدہ۔۔۔۔وہ انہیں سراہتے ہوئے بولا۔۔۔

زویا کو تو سانپ ہی سونگ گیا تھا۔۔۔جبکہ ہادی وہ اپنے بتیس دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔۔اسکی بتیسی زاویار کی جھرک پر فوراً غائب ہوئی۔۔۔

اور آپ؟ میں بھی کہوں۔۔۔چٹاک بھر لڑکی میں اتنی ہمت کہاں سے آگئ۔۔۔وہ ہادی کو گھورتا آخر میں اسے دیکھتا غصے سے بولا۔۔۔

وہ زاویار۔۔۔۔۔یہ ہادی کا پلان تھا۔۔۔اور زویا نے سارا مدھا ہادی کے سر پر گرادیا۔۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے زویا کو دیکھنے لگا۔۔۔

اب کہانی کو یہیں روک کر تھوڑی دیر کے لیے پیچھے چلتے ہیں۔۔۔

بائیں جانب مرتے وہ یہاں وہاں زویا کو تلاش کر رہا تھا۔۔"آخر اسے اپنے کھڑوس دوست کا دماغ جو ٹھکانے لگانا تھا" وہ اسے کہیں نظر نا آئی۔۔پھر ایک نرس کو روک کے اسنے زویا کے بارے میں پوچھا

"سنیں آپ نے ڈاکٹر زویا کو دیکھا ہے کہیں؟" میں نے انہیں کچھ سیکنڈ پہلے کیفے کی طرف جاتے دیکھا ہے۔۔وہ اسے بتانے لگی۔

اوکے شکریہ۔۔۔وہ نرس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کیفے کی جانب نفاست سے قدم اٹھاتے جانے گا۔۔

وہ دور سے ہی اسے ایک ٹیبل پر بیٹھی بار بار ٹشو سے آنکھیں پونچھتی نظر آگئ تھی۔۔۔

وہ ایک سرد آہ بھرتے اسکی طرف گیا۔۔۔

زویا۔۔۔اسکے سر پر کھڑے وہ اسے پکار گیا تھا۔

اسنے بڑی بڑی سیاہ متورم آنکھیں اٹھا کر ہادی کو دیکھا۔۔۔بھیگے نین کٹورے۔۔ہادی اسکی پر کشش آنکھیں دیکھ کر ساکت ہوگیا۔۔۔اور پھر جلدی سے خود کو کمپوز کرگیا۔

کیا کوئی ایسے بھی کرتا ہے ہادی؟؟ وہ اسے شکوہ کرتی ہوئی بہت معصوم لگی تھی۔

وہ اسکے مقابل رکھی کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا۔

دیکھو زویا میں اسکی طرف سے معافی مانگتا ہوں!!! وہ ایسا ہی کام کے معاملے میں وہ میری نہیں سنتا تو آپکی کیا سنے گا۔۔وہ غصے کا جتنا تیز ہے دل کا اتنا ہی نرم ہے۔۔اس ٹائم وہ غصے میں تھا۔۔وہ اسکی گہری سیاہ متورم آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

وہ ہر وقت ہی غصے میں ہوتے ہیں۔۔۔وہ ٹشو سے ناک صاف کرتی بولی اور دیکھا تم نے ہادی کیسے مجھے دھمکی دی تھی۔۔۔"معذرت ڈاکٹر زویا فیصل مجھے آپ کو فائر کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگے گا"

ہنہہ۔۔۔۔وہ اسکی نقل اتارتے ہوئے بولی۔۔

ہادی نے مسکراہٹ دبا کر اسے گھورا۔۔وہ میرا دوست ہے آپ یہ بات بھول کیوں جاتی ہیں۔وہ مصنوعی خفگی سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔۔۔

آپ کے دوست کہیں سے نہیں لگتے۔۔۔وہ اسے دیکھتے ہوئے انتہائی معصومیت سے بولی۔۔

کیا واقعی؟

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

خیر زویا۔۔۔میں آپ کو کہنے آیا تھا۔۔۔زاویار گدھے نے جو آپ کو دھمکی دی ہے ناں۔۔۔اسکی بازی اسی پر الٹ دیں۔۔۔۔وہ بول رہا تھا اور زویا اسے ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

مطلب۔۔۔وہ کیوں آپ کو فائر کرے آپ خود جا کر اپنا ٹرمینیشن لیٹر اسکے منہ پر دے مارے۔۔۔اسکے کہے گئے الفاظوں سے زویا کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں پھیل چکی تھیں۔۔۔

میں یہ کیسے کروں گی؟؟؟!وہ نفی میں سر ہلاتے منا کرنے لگی نہیں ہادی یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔۔۔
(وہ ڈاکٹر ہادی سے پل میں "ہادی" پر آجایا کرتی تھی۔)
آپ سے کیوں نہیں ہو گا؟؟؟؟ آپ ایسا نہیں کریں گی۔۔۔"تو وہ الو کا پٹا۔۔اگلی بار آپکو نکال دے گا۔۔۔جانتا ہوں میں اس گدھے کو۔۔"ہادی کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا دونوں بازوں سینے پر رکھے۔۔اسے دیکھے گیا۔۔۔
م۔۔میں کرلوں گی؟؟؟زویا نے یقین دہانی چاہی۔
"یس یو کین ڈو اٹ" ہادی نے اسکی حوصلہ افزائی کی۔۔۔
اور زویا آپ یاد رکھے۔اس کو خاموشی سے ٹرمینیشن لیٹر نہیں تھمانا آپ نے بلکہ اسکی اچھی خاصی عزت افزائی کر کے تھمانا ہے۔۔۔
" وہ سنا ہو گا آپ نے "Tit for tat"
"جیسے کو تیسا"وہ یہ کہہ کر مسکرایا تھا۔۔۔۔
اور واپس حال میں آئے تو زویا ساری کہانی زاویار کے گوش گزار چکی تھی۔۔۔اور اب ہادی ابراھیم کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔۔۔
اور زاویار اسے ان نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے سالم نگل جانا چاہتا ہو۔۔۔
اور زویا یہ صاحب آپ کے بارے میں بھی کچھ ارشاد فرما رہے تھے۔۔۔ہادی نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کے التجا کی کچھ دیر قبل گاڑی میں۔

زاویار دیکھ کیسے قینچی کی طرح زبان چلا کے گئ تھی۔ہاں ٹھیک ہے تو بھی کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا پر زویا کو اسطرح ریزائن نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔چل چل کے معافی مانگ لے نہیں تو پتا نہیں اماں کے سامنے تیرا کیا امیج بنادے۔۔وہ سمینہ کو اماں ہی کہا کرتے تھے۔

زاویار گاڑی چلاتے مسلسل کبھی زویا کے لیے تو کبھی خود کے لیے تعریف وصول کر رہا تھا۔۔۔

(کبھی وہ کہتا زاویار تو نے غلط کیا۔۔ کبھی وہ کہتا زویا نے بہت غلط کیا۔۔آسان لفظوں ہادی ابراھیم گن چکر بن کہ رہ گیا تھا۔۔کہ کس دوست کا ساتھ دے اور کس کا نہیں)

"ناگن بھی سات گھر چھوڑ کے وار کرتی ہے۔۔یہ ڈائن تو آستین میں پالا ہوا سانپ تھا۔۔"وہ مسلسل بولی جارہا تھا۔۔جبکہ زاویار گاڑی سنجیدگی سے ڈرائونگ کرہا تھا۔۔۔

حالُ میں۔۔۔

میں گدھا؟

میں ناگن؟

میں الو کا پٹھا؟

میں ڈائن؟

وہ دونوں ایک ساتھ ہادی کی طرف قدم بڑھا رہے تھے اور وہ الٹے قدموں بھاگنے کی تیاری میں تھا۔ جب زاویار نے اسے جالیا اور صوفے پر کشن ان دونوں نے اٹھا کر ہادی پر برسات شروع کردی۔۔۔

کوئی تو بچاو۔۔۔اماں۔۔۔زاویار زویا دیکھو۔۔۔میں تو صلح کروا رہا تھا یار۔۔۔وہ بے چارگی سے انکی منتیں کرہا تھا۔۔

صلح وہ ہم کرواتے ہیں تیری۔وہ دونوں اسے اندھا دھند مارے جارہے تھے۔

زویا سمجھاو یار اسے۔۔۔میں مرجاو گا۔۔۔رحم کرو مجھ معصوم پر۔

تو مرد کے روپ میں ایک فسادی عورت ہے ہادی۔۔۔

زاویار نے کھینچ کر کشن اسکے منہ پر مارا اور پھر ایک ہاتھ آگے بڑھا کر اسے سیدھا کھڑا کیا۔۔

اور وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر خود کو سرنڈر کر گیا تھا۔۔۔اور ایک دوسرے کی شکلیں اور کل کی فلم یاد کرتے وہ تینوں قہقہ مار کے ہنس دیے۔۔۔

اسی اثنا میں سمینہ فون سن کے لاونج میں داخل ہوئیں اور لاونج میں جگہ جگہ پڑے کشن دیکھ کے انہیں اپنی پھوہڑ بیٹی کو گھوری سے نوازا۔جیسے کہہ رہی ہوں یہ حرکت بھی یقیناً تمہاری ہی ہو گی۔۔۔!!

زاویار اور ہادی نے ایک نظر اپنی ورسٹ واچ پر ڈالی اور پھر سمینہ اماں پر۔۔۔

اماں اب ہمیں اجازت دیں ہم پھر آئے گے بہت ٹائم ہو گیا۔۔۔

بچوں ابھی بیٹھو۔۔انکے بہت اسرار پر بھی وہ دونوں نہیں رکھے اور ان سے آئندہ ملاقات کا کہتے چل دیے۔۔

وہ لاہور کی ایک تنگ وہ تاریک گلی تھی۔۔۔جگہ جگہ کوڑے اور کچڑے کا ڈھیر پڑا تھا۔۔قطار در قطار دکانیں بنی ہوئیں تھیں۔۔لوگ اپنی اپنی معمول کی روٹین میں مصروف تھے۔۔
ایسے میں ایک ہوٹل جس کا نام۔۔۔"سلیم دال والا"تھا۔۔۔اس ہوٹل کے نیچے بنے بیسمنٹ میں کچھ غیر اخلاقی کام ہورہا تھا۔
اکثر بڑے سے بڑے سیاست دان دن کی روشنی میں اپنے آپ کو بہت پارسا دکھاتے تھے۔جبکہ رات کی گہری سیاہی میں اپنا اصلی چہرے کے ساتھ سامنے آیا کرتے تھے۔
ایسے لوگوں کو وائٹ کالر کہا جاتا ہے۔۔۔۔یہ بیسمنٹ بھی ایسے ہی کسی غیر اخلاقی کام کے لیے استعمال کیا جارہا تھا۔۔۔بظاہر سے ایک بہت پرانی طرز کا بنا ہوا یہ ڈابہ جس کا نام سلیم دال والا تھا۔۔۔اندر سے اتنے ہی گھناونے کاموں میں ملوث ایک "نائٹ کلب " کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔
اندر کا منظر۔۔۔۔
راہداری سے گزر کے اگر دائیں جانب مڑے تو سامنے ایک بہت بڑی سی سفید دیوار نصب تھی۔اس سفید دیوار پر جگہ جگہ مختلف قسم کی کھانے کی پینٹنگز آویزاہ تھیں۔لیکن ان پینٹنگز میں سے ایک پینٹنگ کے نیچھے ایک لال رنگ کا بٹن تھا۔۔۔اسے دبانے سے وہ دیوار۔۔۔اندر کی طرف دکھیلی

جاتی تھی۔۔۔اندر کی طرف قدم بڑھائے تو نیچھے کی طرف بہت سی سیڑھیاں جاتی تھیں۔ان کو عبور کریں۔تو نیچے ایک وسیع حال بنا تھا۔۔۔ہر جانب رقص کرتے لڑکے لڑکیاں
ڈسکو لائٹس اور تین لڑکیوں کے بیچ بیٹھا دلاور خان اپنے ہاتھوں میں شراب کا گلاس تھامے جوا کھیلنے میں مصروف تھا۔۔۔

یہ لو اب تمہاری باری۔۔۔ایک پتا پھینک کر اس نے گلاس میں سے ایک گھونٹ بھرا۔
اس کے سامنے موجود ایک عجیب سے شکل والے نوجوان جس کے بال گھنگریالے تھے۔رنگ کالا سیاہ تھا۔۔اور آنکھوں کے نیچھے بنے ہلکے اسے بہت خوفناک بناتے تھے۔وہ ایک ہٹا کٹا نوجوان تھا۔۔
ویسے دلاور اس بار کتنے کا سودا کیا ہے تو نے؟تاش پھینکتے اس نے دلاور سے کچھ اگلوانا چاہا۔
اپنے کام سے کام رکھ !!!تجھے میں اتنا بیوقوف لگتا ہوں ؟ کہ سر عام میں اپنے کام اور اسکے منافع کا اعلان کرتا پھرو۔۔۔درشتی سے کہتا اس نے اپنی طرف کی چال چلی۔
منافع کا اعلان نہیں تو نقصان کا کردو دلاور خان۔۔۔
"سنا ہے اسلام آباد والی فیکٹری میں کسی نے آگ لگادی ہے۔چچچ کتنے افسوس کی بات ہے۔۔"
اپنی چال چل کر اسنے مقابل کو نا صرف گیم میں بھگ سے اڑایا تھا۔۔۔بلکہ اس کے حواس بھی بھگ سے اڑا ڈالے تھے۔
دلاور خان کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑھنے لگا تھا۔۔

ت۔۔۔ تمہیں کیسے معلوم؟؟؟؟اسے اپنے سامنے موجود شخص سے شدید خوف محسوس ہوا تھا۔۔۔اور زندگی میں دوسری دفعہ کسی شخص کے سامنے دلاور خان کی زبان ہکلائی تھی۔پہلے ہیلر اور اب یہ۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور دور کہیں بیسمنٹ میں موجود مسز ایل اور ہیلر بیک وقت اسکرین کو دیکھ کے مسکرائے تھے۔۔۔کون جانے لاہور کے اسی بیسمنٹ میں اسی جگہ پر اسی مقام پر اسے کس چیز کا سامنا درکار تھا۔۔۔!لیکن کون جانے۔!!!!

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ بہت غصے میں رش ڈرائیونگ کرتے اپنے آفس پہنچا تھا۔۔اس نے اپنی گاڑی جہاز سمجھ کے اڑائی تھی۔۔۔وہ بلیک تھری پیس میں ملبوس،بالوں کو جیل سے ایک طرف سجائے،تنے نقوش اور بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ مصطفیٰ انڈسٹریز میں داخل ہوا۔۔

گارڈ نے آگے بڑھ کے خود دروازہ کھولنا چاہا۔لیکن وہ اتنی ہی تیزی سے دروازہ کھولے اپنے پر تعیش آفس میں داخل ہوچکا تھا۔

جیسے ہی وہ ورکرز کہ کیبنز کی طرف آیا۔سب کے سب ورکز اپنی اپنی جگہ سے اچھل پڑے۔۔۔

رمیز۔۔۔اسکی دھاڑ پر پورے آفس میں گہری خاموشی چھا گئ تھی۔۔۔کی بورڈ پر چلتے ورکز کہ ہاتھ ساکت ہوگئے۔۔۔

وہ سب اپنی اپنی جگہ سے سانس روکے کھڑے تھے۔۔

کیونکہ انکا باس شدید غصے میں تھا۔ابان مصطفیٰ کا غصہ یعنی سب کی شامت۔۔۔

رمیز۔۔۔۔رمیز۔۔۔۔وہ چیخ کر اپنے مینجر کو پکار رہا تھا۔۔

مینجر جو بلیو تھری پیس میں سوٹڈ بوٹڈ تھا۔دوڑ کہ اسکی طرف آیا۔۔

ی۔۔۔یس سر۔۔۔۔وہ ایک طرف مودب سا کھڑا ہوگیا۔۔

تم نے کس کی اجازت کے سے دلاور خان سے ڈیل فائنل کی ہے۔۔آخر کس کی اجازت سے؟؟؟وہ ڈھاڑا تھا۔۔۔اتنا اونچا کہ آفس کی درودیوار بھی اسکی دھاڑ پر سہم گئ تھیں۔۔

سر وہ۔۔۔سر مجھے مناسب لگا۔۔۔مجھے لگا آپ یہ سن کر خوش ہوں گے۔۔۔۔۔وہ اسکے خوف سے ہکلا کر بولا۔۔۔

واٹ رابش۔۔۔میں خوش ہو گا؟ وہ بھی دلاور خان جیسے تھرڈ کلاس انسان سے ڈیل کرکے؟ کیا تمھیں میری کمپنی کی عزت جی پرواہ نہیں؟؟؟

اتنے برے دن نہیں آئے میرے کہ میں اسکے ساتھ بزنس ڈیل کرتا پھروں شکل گم کرو اپنی میرے سامنے سے۔۔وہ ضبط کرتے بولا۔۔۔

اسکی رگیں تنی ہوئیں تھیں۔۔۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔اپنے سامنے موجود شخص کا وہ گلا ہی دبا دے۔۔۔

اور تم سب کیا میری شکل دیکھ رہے ہو کام کرو اپنا اپنا۔وہ بت بنے ورکرز کو جھارتے انتہائی غصے میں اپنے آفس کی جانب مڑا۔۔۔پھر رکا۔۔۔پلٹا۔۔۔اور رمیز کی طرف ایک سرد نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔۔۔

"آج سے اس کمپنی کہ گیٹ پر بھی تمھاری شکل نظر آئی تو بخدا گیٹ سے نہیں اس دنیا سے ہی رخصت کروا دوں گا۔۔۔"

وہ کہتا پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے آفس کی جانب چل دیا۔۔۔۔

پیچھے کھڑے رمیز کو اپنی روح تک فنا ہوتی نظر آئی۔۔۔

س۔۔سر وہ بھاگ کر اسکے پیچھے لپکنا چاہتا تھا جب ایک ورکر نے اسے وہی روک لیا۔۔۔۔

اندر وہ اپنی آفس چئیر پر بیٹھا۔۔۔اپنے ایک ہاتھ سے کنپٹی مسل رہا تھا۔۔۔اسکا سر شدید درد کررہا تھا۔۔۔

غصے میں وہ کسی کی نہیں سنتا تھا۔۔۔اسے غصے میں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔

اے سی کے باعث بھی اندر کا ماحول کافی گرم لگ رہا تھا۔۔وہ اسی طرح بیٹھا اپنی ایک ٹانگ کو ہلا
کہ اپنا غصہ کم کرنا چاہ رہا تھا۔۔کہ ٹیبل پر رکھا اسکا موبائل بجنے شروع ہوچکا تھا۔۔۔

اسنے بنا دیکھے ہی فون اٹھایا۔۔۔

ڈونٹ یو ڈیئر ٹو کال می۔۔۔۔وہ انتہائی غصے میں بولا تھا۔۔

ابان۔۔۔فون سے کسی کی ڈری اور سہمی سی آواز اسکے کان میں پڑی۔وہ آواز سنتے اسکے تنے نقش
ڈھیلے پڑے ، مسلسل ہلتی ٹانگ رک گئ۔۔۔

انوش آپ خیریت ہے ناں گھر پہ سب ٹھیک ہے؟ وہ ایک کی سانس میں کئ سوال پوچھ چکا تھا۔۔

ج۔جی سب خیریت ہے۔۔آ۔۔۔آپ غصے میں ہیں۔

آپ نے مجھے ابھی کہا "ڈونٹ یو ڈیئر ٹو کال می " وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

اور بس یہی ابان بے بس ہوجایا کرتا تھا۔۔۔

ارے میری معصوم بیگم میں آپ کو کیا لگتا ہے میں آپکو ایسے کہہ سکتا ہوں۔؟آپ حکم کریں ہم ناچیز
آپکی کال ساری زندگی سن سکتے ہیں۔یک دم اسکا موڈ بدلا اور وہ شوخ لہجے میں بولا۔

تو آپ غصے میں کیوں تھے؟؟؟اور بس یہی انوش کی سی ڈی اٹک گئ تھی۔۔۔

کام کی وجہ سے تھوڑا سا سٹریس تھا اور کوئی بات نہیں ہے انوش آپ ٹینشن نا لیں۔۔یہ بتائے فون
کیوں کیا تھا آپ نے؟ وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولا۔

دیکھا دیکھا۔۔آپ کو میرا فون کرنا اچھا لگا ہی نہیں اب پھر پوچھ رہے ہیں کہ فون کیوں کیا میں نے؟ کیا میں فون نہیں کرسکتی۔۔۔آپ بات ہی نہیں کرنا چاہتے خداحافظ۔۔اور یہ ہوا تھا ٹھک سے فون بند۔۔۔

مسز کیوں ہر وقت بات کو الٹا مطلب دیتی رہتی ہے۔۔وہ بند فون کو کن پٹی مسلتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔۔۔۔

لیکن جانے انجانے میں ابان مصطفی کہ چہرے پر خوب صورت مسکان کی وجہ انوشے بن چکی تھی۔۔۔۔

اگلی صبح اسی تنگ و تاریک گلی کے عین وسط میں ایک ہیولہ کھڑا تھا۔۔۔۔بلیک ہڈ سر پر گرائے، اپنی مخصوص گلاسس پہنے ، سیاہ جینز میں اپنے دونوں ہاتھ اڑاسے۔۔۔

وہ بے نیازی سے اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا۔۔۔۔اسکی گلاسس سے جھلکتی نیلی آنکھیں اطراف کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔۔کچھ ہی فاصلے پر "سلیم دال والا" کے بیسمنٹ میں نیچے موجود دلاور

خان اپنی شامت سے بے خبر ایک کمرے میں ہوش و حواس سے بیگانہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔۔۔

وہ دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے آنکھوں میں ایک الوہی چمک لئے آگے بڑھ رہا تھا۔۔

لیکن اچانک اسکی نظر سامنے ایک لڑکی پر پڑی لال رنگ کی پاؤں کو چھوتی قمیض سٹیٹ کیپری، سلکی سٹریٹ بالوں کی فرینچ ٹیل بنائے، ہاتھوں میں دو شاپر پکڑے۔۔۔وہ اپنے سامنے موجود تین لڑکوں سے الجھ رہی تھی۔۔

اُف خدایا یہ نازک اندام لڑکیاں۔۔!!!!وہ بڑبڑاتا ہوا ان کی جانب بڑھنے لگا۔۔

ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا۔۔۔جب اسی نازک اندام لڑکی کی کلائی سامنے موجود ہٹے کٹے آدمی کی گرفت میں آئی۔۔۔

اور اسی نازک اندام دوشیزہ نے گھما کہ ایک ٹانگ اسکے منہ پر دے ماری۔۔۔اس کے پیچھے موجود دو آدمی اسکو گھیرنے کے لیے آگے بڑھے۔۔۔وہ فوراً سے پہلے اپنے بچاؤ کے لیے نیچے کی طرف جھکی۔۔۔اور گھما کے پیچھے سے اپنی ٹانگ ان دونوں کی کمر میں رسید کی اور وہ تینوں ڈھڑم سے نیچے زمین بوس ہوئے پڑے تھے۔

ماسک سے جھلکتی اسکی پر کشش آنکھیں حیرت کے مارے پھیل چکی تھیں۔۔۔

اب وہ اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ رہی تھی۔۔۔سبزی والے شاپر زمین پر گرے پڑے تھے۔۔۔اور ساری سبزیاں دائیں بائیں ہر جانب بکھر چکی تھیں۔۔۔

ہنہہہ کیا کہہ رہے تھے تم لوگ؟؟؟ وہ اپنی دھن میں سبزی شاپر میں ڈالتے بول رہی تھی

۔۔۔۔سونیو زرا ادھر تو آو۔۔اور کیا کہا تھا میں نے تم سب سے مجھ سے پنگا مت لو!!!ورنہ تم

لوگوں کا وہ حال کروں کہ تمہاری نانی دادی پر نانی پر دادی یاد رکھیں گی!!!! بولتے بولتے اسکا سانس

پھولنے لگا تھا۔۔۔

اتنے میں ایک لڑکا جو پیچھے گرا پڑا تھا۔۔۔اس نے اٹھ کر پیچھے سے اسکی کلائی کو اپنے حصار میں

لیا۔۔۔!!!

بڑی اچل رہی تھی چمک چلو۔۔۔!!!!اب بول سانپ سونگ گیا کیا؟؟؟؟وہ خباثت سے کہتا اسکی نرم

و نازک کلائیاں مڑوڑنے لگا۔۔۔

چھوڑو اس لڑکی کو۔۔۔!!!!اتنے میں اسکے عین سامنے۔۔وہ سیاہ ہیولہ آکھڑا ہوا تھا۔۔۔!!!!

کیوں ابے تو کون ہے؟ اور دیکھ تو ہمارے معاملے میں نا پڑ ورنہ۔۔۔!!!ان میں سے ایک لڑکے نے

اپنی انگلی وارننگ کے سے انداز میں آگے بڑھائی۔۔۔ایک چیخ کی آواز سے اسکے باقی کے الفاظ ایک

دردناک چیخ کی صورت میں بلند ہوئے۔۔۔

وہ سکون سے سامنے کھڑا اسکی انگلی توڑ چکا تھا۔۔۔

ورنہ؟؟؟؟؟مقابل کو جلا کے راکھ کردینے والا انداز۔۔۔۔

م۔۔۔م۔۔۔میری انگلی چھوڑ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ درد سے کراہتے ہوئے بولا۔۔۔

اوو سوری میں تو بھول گیا۔۔۔افسوس سے کہتے اسنے پوری قوت سے اسکی پانچوں انگلیاں توڑ کے

چھوڑ دی۔۔۔

آہہہہہہہہہہہ۔۔۔۔اسکی دل سوز چیخ سن کہ اس کہ باقی ساتھی بھی اپنی جگہ لرز کر رہ گئے۔

پھر وہ گھوما۔۔۔۔اور اپنے سامنے موجود اس لڑکی کو دیکھا جو حیرت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

ہیلر نے ایک نظر اس کے پیچھے کھڑے آدمی پر ڈالی۔۔۔ایک سرد نظر۔۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔

چھوڑ رہے ہو یا میں آو تمہاری طرف؟؟؟؟۔۔۔۔

وہ لڑکا اسکی آنکھوں میں لکھی تحریر کو پڑھ کے گبڑایا۔۔۔اور منٹ سے پہلے اسکی کلائی کو آزاد کرتے وہ تینوں دم دبا کر بھاگے۔۔۔

وہ اپنی کلائیاں سہلاتے۔۔۔افسوس سے اردگرد بکھری ہوئی سبزیوں کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

کافی اچھے مکے مار لیتی ہیں آپ۔۔۔وہ اسکی سرخ کلائیوں کو تکتے ہوئے بولا۔۔۔

کیوں آپ کو بھی کھانے ہیں؟؟؟پھاڑ کھانے والے انداز میں ماہ نور نے اسے جواب دیا۔۔۔

زبان بھی کافی اچھی چلا لیتی ہیں آپ۔۔۔مقابل بھی کوئی بہت ڈھیٹ تھا۔۔۔

منہ بھی بہت اچھا توڑ لیتی ہوں میں۔۔۔آزما کے دیکھ لو ؟؟؟جواب فوراً خاضر تھا۔۔۔

وہ تو میں دیکھ ہی چکا ہو مادام۔۔۔۔کہ آپ کتنی بہادر ہیں۔۔۔۔دونوں جیبوں میں اپنے ہاتھ اڑستے ہو بے حد نرمی سے بولا۔۔۔اپنے لہجے کی نرمی پر وہ خود بھی حیران تھا۔

جن لڑکیوں کے سر پر باپ بھائی کا سایہ نہ ہو ناں مسٹر تو ان لڑکیوں کو بہادر ہونا پڑتا ہے۔۔۔معاشرے میں پھلتے ناسوروں سے اکیلے مقابلہ کرنے کہ لیے۔۔۔۔اسکے لہجے میں موجود اداسی اسے بری لگی تھی۔۔۔

ایک بات یاد رکھیے گا۔۔ویسے تو میں کسی نازک اندام لڑکی کو ٹپ دیا نہیں کرتا۔چونکہ میرا اندازہ آپ کے معاملے میں کافی غلط تھا۔

آپ ایک اچھی خاصی خونخوار شیرنی ہیں۔۔۔تو سنیے۔۔۔۔

وہ اسکے دیے گئے لقب پر منہ کھول کر رہ گئ۔۔۔خونخوار۔۔۔لیکن وہ اس کے تاثرات سے بے نیاز اپنی کہنے لگا۔۔

اپنے پیٹ پیچھے موجود دشمنوں کو ایسے گھائل کریں کہ وہ دوبارہ اٹھنے کے قابل نا رہے۔۔۔اگر انہیں زخمی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔۔تو وہ اٹھ کر ایک بار پھر ضرور پیچھے سے وار کیا کرتے ہیں۔۔۔سامنے موجود دشمنوں کی چال تو آپ با آسانی روک سکتی ہے۔۔۔لیکن پیچھے سے ہوئے وار اکثر ہمارے لیے ناسور ثابت ہوتے ہیں۔۔۔بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم مادام۔۔۔۔ٹیک کیئر۔۔۔

وہ اسے حیرت زدہ چھوڑ کر مڑ چکا تھا۔۔۔۔۔وہ ایسا ہی تھا مظلوموں کا خیال رکھنے والا بے حد نرم دل۔۔۔اور ظالم کے لیے اتنا ہی سفاک اور بے رحم۔۔۔!!!

\-----------------------

گھر کا سودا اور سبزی کے شاپر لیے وہ گلی میں داخل ہوئی سامنے سے پڑتی ڈھلتے سورج کی کرنیں اس پر گر رہیں تھیں اور اس کے حسن کو چار چاند لگا رہیں تھیں۔وہ تھی بھی تو اتنی حسین آنکھوں بس کاجل لگانے سے ہی اس کے حُسن کو چار چاند لگ جاتے تھے۔فرینچ ٹیل پونی اس کے چلنے کے باعث پیچھے دائیں سے بائیں جانب جھول رہی تھی۔۔

لائیں ماہ نور باجی میں آپ کی مدد کر دیتا ہوں۔۔۔ایک دس سالہ بچہ اس کے ہاتھوں میں شاپر دیکھ کر اس کی جانب مدد کے لیے آیا تھا۔

بہت بہت شکریہ حسن بس یہ آ گیا گھر وہ دھیرے سے مسکرائی تھی۔

محلے کے سبھی بچے اس کو بہت پیارے کرتے تھے وہ ان کی ٹوئشن ٹیچر جو رہ چکی تھی۔۔۔!!

گھر کے آگے بڑی سی گاڑی دیکھ پہلے تو اس کی آنکھوں میں خیریت پھیلی تھی۔۔۔پھر آگے ہی لمحے ایک شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں پہ احاطہ کیا تھا۔۔۔

(یہ سوچ کر کے اس کے سسرال والے اچانک آئے ہیں)

افففف ایک تو یہ اماں دروازہ تو بند کر دیتا بندہ ایسے ہی کھلا چھوڑ گئیں ہیں وہ جنجلائی اور دروازہ بند کرتی اندر بڑھی تھی۔

راہداری سے گزرتے وہ سب سے پہلے کچن میں داخل ہوئی تھی وہ سارا سامان کاؤنٹر پر رکھنے کے بعد باہر کی جانب آئی تھی۔۔۔

ڈرائنگ روم سے سرگوشیوں میں سب کی باتوں کی دھیمی دھیمی آوازیں آ رہیں تھیں قدم خود با خود اسی جانب اٹھے تھے۔۔۔

رہداری میں سیڑھیوں کے سامنے مقید قد آور آئینے میں ٹھر کے اس نے اپنا عکس دیکھا تھا۔
نازک کی اپسراؤں جیسا حسن رکھنے والی دوپٹے کو کندھے پہ درست کرتے اس نے دوسرے ہاتھ سے پونی ٹیل کو ہاتھ میں لیا تھا وہ پھر بالوں کو پونی سے آزاد کیا لمبے کالے سلکی بال کسی آبشار کی طرح اس کی کمر پہ گرنے لگے تھے۔
سر پہ سلیقے سے ڈوپٹہ اوڑھتی اس نے ڈرائنگ روم کی جانب قدم بڑھائے تھے چہرے پہ مخصوص نرم سی مسکراہٹ تھی۔
اندر داخل ہوتے اس کی نظر جب سامنے بیٹھے نفوس کی طرف اٹھی تھی تو وہیں ساکت ہوئی تھی۔۔چہرے سے مسکراہٹ بگ کی طرح اڑ گئ تھی۔۔
نکلو یہاں سے ہم نے بیوہ اور یتیموں کو پالنے کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔۔کسی نے جیسی ماضی کی کھڑکی کھولی تھی۔۔آنکھوں شدت ضبط سے لال انگارا ہو رہی تھی۔۔
اس بیٹھے نفوس کی نظر بھی اس کی جانب اٹھی تھی۔اووہ ماہ نور ماشاءاللہ۔۔۔ماشاءاللہ تم نے خود کو اتنا گروم کر لیا۔۔بولنے والی ماہ نور کی تائی تھی اس کے ہر انداز سے غرور ٹپک رہا تھا جیسے وہ اسے اتنی اچھی حالت میں دیکھ کر جل ہی تو گئیں تھیں۔۔
سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔۔اس نے چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجائی تھی اور ایک نظر اپنی ماں کی جانب دیکھا۔۔۔اس نظروں میں بہت سے سوال تھے۔
ماں نے اسی ٹائم نظروں کا زاویہ بدلہ تھا کچھ غلط ہونے کی گھنٹی مسلسل کے دماغ میں بج رہی تھی۔۔۔
السلام علیکم....!!!

ان کے لیے گئے تبصرے کو نظر انداز کرتے اس نے اسلام کیا اور اعتماد سے اپنی جگہ سنبھالی تھی۔۔
وعلیکم السلام۔۔۔!!پچھلی بار بھی جب بھابھی کو رشتے کا بتانے آئے تھے تو ہماری ملاقات ہی نہیں ہو پائی میں اور سمیرا آج گھر سے نکالے تھے تو سوچ تم سے ملتے جاتے ہیں۔۔اب کہ بولنے والی ماہ نور کی چچی تھی۔نہایت کی مطلبی اور چلاک عورت۔۔۔!!!
رشتہ۔۔۔۔ماہ نور کو خیرت کا جھٹکا لگا تھا بظاہر وہ پرسکون نظر آ رہی تھی لیکن اندر جیسے کسی نے اگ لگا دی ہو۔
ہاں میں اتنی فارغ نہیں ہوتی بہت سے کام ہوتے ہیں جو نمٹانے ہوتے ہیں اس لیے اکثر گھر نہیں ملتی چہرے پہ مسنوئی مسکراہٹ سجائے اس نے ماں کی جانب ایک نظر ڈالی تھی سیکنڈ کے ہزاروں لمحے دونوں کی نظریں ملیں تھیں۔۔۔ماں کے دل میں ایک ٹھیس اٹھتی تھی ان کی مانو تکلیف میں تھی۔
(اب وہ ان سے مروت سے بات نہیں کر سکتی تھی اسے اپنے گھر سے نکالنے والے آج پھر سے اس کی ماں کی آنکھوں پہ محبت کی پٹی بھاند رہے تھے انہیں اس کی کمزوری کا علم تھا اس لیے ماں کو اعتماد میں لے رہے تھے، ہائے اس کی دھکتی رگ ان کے ہاتھ میں تھی۔۔۔بے بسی کی انتہا تھی۔۔۔نا جانے آگے کیا کچھ سہنا تھا اسے)

"کون جانے زندگی کس جانب موڑ لینے والی تھی، کون جانے کاجل سے لبریز آنکھوں میں کب تک ساون نے برستے رہنا تھا،کون جانے یہ موڑ کسی کی روح کو چھلنی کرنے والا تھا۔۔۔لیکن کون جانے؟؟؟"

ہاں ماہ نور تم نے پانی نہیں پیا م۔۔۔میں لے کے آتی ہوں۔۔۔اماں نے کمرے میں پھیلی تلخی کو کم کرنے کی کوشش کی۔
بہت باتیں نہیں کرنی آ گئیں تمہیں؟؟۔۔۔ماں کے نکلتے ہی سمیرا نے ایک آبرو اچکاتے بولی۔
وہ کیا ہے نا تائی جان۔۔۔۔میری زندگی سے کھیلنے والے ایک بات یاد رکھیں میں وہ دس سال پرانی ماہ نور نہیں ہوں۔۔جو منتیں کرتے کرتے نہیں تھکتی تھی۔۔۔میں ایک خونخوار شیرنی ہوں اب میرے پیٹھ پیچھے جو وار کریں گا۔وہ اپنے انجام کا ذمہ دار خود ہو گا۔یہ کہتے ہوئے اسکے کان میں کسی کے الفاظ گونج رہے تھے۔
ایک سرد نگاہ ان پے ڈالتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئ تھی۔۔۔
یہ دو کٹے کی لڑکی مجھے اتنی باتیں سنا کے گئ ہے سمیرا کا پارا ساتویں آسمان پے تھا۔۔۔بھابھی ریلیکس آپ بنا بنایا کھیل مت خراب کریئے گا اس کی زبان کچھ دیر کی بات ہے ہم خود گھدی سے کھینچ لیں گے۔
طیبہ سمیرا کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھتی اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔
ماہ نور یہ پ۔۔۔پانی لیکن ماہ نور تو کمرے میں ہی نہیں تھی۔۔۔
اہ ہاں وہ بھابھی ماہ نور تھک گئ تھی ہم نے کہا تم ریسٹ کر لو ماہ نور کی چچی لہجے میں مسنوئی چاشنی گھولتے کہا۔

ماہ نور کی اماں ان کی مکاری سے ناواقف ان کے فکر بھرے مسنوئی انداز پہ دل سے مسکرائیں تھی۔۔۔

اسکا ارادہ اب دلاور کا دیدار کرنے کو تھا۔۔۔لیکن تف ہے مس ایل پر جو اسکہ کان میں لگے آلے میں تقریباً چیخ ہی پڑی تھیں۔۔۔۔
ھیلر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اتنا اونچا بولی کہ چند پل کو اسکے کان سائیں سائیں کرنے لگ گئے۔۔۔۔
مس ایل آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ چیخ کیوں رہی ہیں مجھے بہرا کرنے کے ارادے ہیں آپ کے؟؟؟؟وہ دانت پیس کر بولا۔
میرے دماغ کو چھوڑو یہ بتاو اپنا دماغ کہا رکھ کے آئے ہو؟؟؟؟چرس تو نہیں پی رکھی۔۔۔کون بے وقوف گدھا، جاہل، اور ذلیل انسان دن کی روشنی میں تاڑے دکھانے جاتا ہے۔۔۔۔بے وقوف احمق انسان۔۔۔۔واپس آو۔۔۔۔فوراً۔۔۔۔۔وہ اس پر چیخ پڑی تھیں۔۔۔
وہ واقعی گدھا تھا۔۔۔جو دن کی روشنی میں دلاور کے اڈے پر قبضہ کرنے پہنچ گیا تھا۔۔۔۔
تو کیا میں غلط وقت پہ یہاں آگیا ہوں؟؟؟انتہائی معصومیت سے پوچھا گیا تھا۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔تم بلکل درست وقت پر پہنچے ہوں ایک میں ہی گدھی ہوں میرا ہی دماغ خراب تھا ،
جو تم جیسے سر پھرے انسان کے آگے اپنی انرجی ویسٹ کررہی ہوں۔۔۔اور یہ آئی تھی ٹوٹو کی آواز
۔۔۔کال ڈسکینیکٹ ہوچکی تھی۔۔۔

مس۔۔۔اسکے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔کیونکہ وہ جان چکا تھا۔۔۔مس ایل ناراض ہوچکی
ہیں۔۔۔۔وہ اسکے معاملے میں جتنی محتاط تھیں۔۔۔وہ اتنا ہی غیر ذمہ دار تھا۔

مہمان گھر سے جا چکے تھے۔وہ برآمدے کے کونے میں لگے درخت کے ساتھ لٹکے جھولے پر لیٹی
ڈھلتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔

دل بھی ڈھلتے سورج کی طرح آہستہ آہستہ ڈوب رہا تھا۔۔۔آسمان نارنجی رنگ کا ہو رہا تھا ہلکی ہلکی سی
چلتی نرم ٹھنڈی ہوا میں جھولا ہلکا ہلکا جھول رہا تھا۔

ایک لمبا سانس کھینچ کر اس نے فضا میں خارج کیا تھا۔۔۔اس وقت وہ لوز ٹراوزر شرٹ میں ملبوس
جھولے پہ نیم دراز تھی۔۔۔لمبے کالے گھنے بال کمر پر پڑے تھے۔

دروازہ کھل کے بند ہونے کی آہٹ اسے سنائی دی اور وہ جانتی تھی کون ہو گا۔۔۔

آنکھیں آہستہ سے بند ہوئیں تھیں اور بایاں بازو اس نے آنکھوں پر ٹکا دیا تھا۔ایسا کرنے سے اس کی کاجل سے لبریز بڑی بڑی آنکھیں اور گلابی گال چھپ گئے تھے۔۔۔

وہ نہیں چاہتی تھی اس کی آنکھوں میں رقم سوالات سے اس کی اماں شرمندہ ہوں وہ کر بھی کیا سکتی تھی ایک ہی مخلص رشتہ تھا جس پہ وہ حق جتاتی تھی۔

آج کوئی اور حق جتا رہا تھا کوئی اور اپنے اشاروں پہ چلا رہا تھا اس کی ماں کو۔۔۔وہ کیا کرے وہ کس کو سمجھائے وہ کس کس سے لڑے۔۔۔۔

وہ اماں کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔وہ رشتے سے انکار کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اماں کا مان نہیں توڑ سکتی۔

وہ چاہتی تھی وہ بیٹھ کے بتائے ماں کو کہ اس ہوس بھری دنیا میں اگر کوئی ہمارے ساتھ مخلص ہے تو وہ ہماری اپنی ذات ہے، وہ چاہتی تھی وہ بتائے کہ درندے پھر سے ان کی خوشیاں نوچنے کے لیے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔۔۔۔

بس وہ یہ چاہتی تھی۔۔۔!!!الفاظ تو اسی ڈر سے حلق میں ہی دم توڑ جاتے تھے کہ اتنے عرصے بعد اس کی ماں خوش تھی،وہ کیسے اپنی خوشی کے لیے ماں کو اداس کر سکتی تھی؟

اب کچھ جنگیں اسے اکیلے لڑنی تھی۔۔۔فتح یاب ہونا یا نہ ہونا اس کا مقصد نہیں تھا۔۔۔بس اب وہ خاموشی سے پیچھے نہیں ہٹے گی۔

آخر کو خونخوار شیرنی جو ہے۔دشمن پر ایک ہی وار کر کے اس کے چیتھڑے اڑا دے گی۔وہ سوچوں کے سمندر میں غرق تھی۔

ماں کے اس کی جانب بڑھتے قدم اسے آنکھوں پر بازو رکھتا دیکھ کر تھم گئے تھے اور وہ جان گئیں تھیں۔ابھی بات کرنا بے کار ہے۔

ماہ نور کو دوبارہ سے دروازہ کھل کے بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔آہستہ سے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا تھا دل میں ٹھیس سی اٹھی تھی آنکھوں کے کونے نم ہوئے تھے، گلابی ہونٹوں پہ زخمی مسکراہٹ ابھری تھی۔اس کی آنکھیں دور آسمان میں کسی کو تلاش کر رہیں تھیں۔۔۔

میری بیٹی بہت مضبوط ہے،بہت بہادر ہے۔زندگی میں جیسے بھی وقت آئے بس اللہ پہ توکل کرنا پھر ہر قدم پہ فتح حاصل ہوگی۔کامیابی میری بیٹی کا مقدر ہوگا۔۔انشاللہ بس کبھی مایوس نہیں ہونا دور کہیں کانوں میں بابا کی آواز گونجی تھی۔

ہونٹ خوبخود مسکراہٹ میں ڈھلے تھے ایک خوبصورت مسکراہٹ میں۔۔

****

وہ ابان کے سٹڈی روم میں بیٹھی کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھی۔وہ دوپہر میں ہونے والی گفتگو کے بعد سے جلی کٹی پورے گھر میں بڑبڑاتی پھر رہئ تھی۔کبھی غصے سے صائم کو ڈانٹ دیتی، کبھی خود کو دل ہی دل میں کوستی رہتی بلا کیا ضرورت تھی کال کرنے کی۔کون سا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں ، بولنے سے کیا ہوتا ہے۔۔کہ انوش تم میری زندگی ہوں۔۔اور اپنی زندگی کی ایک فون کال نہیں برداشت کر سکتے ہنہہ۔۔۔

یہ کیا خاک محبت کریں گے مجھ سے۔۔ابھی بھی وہ تلخی سے سوچتی کتاب بند کرتی کافی اونچا بڑبڑائی۔۔۔

کون محبت کرے گا آپ سے؟؟؟ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کو کیے دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا وہ اسے گھور کے بولا۔۔۔۔

دشمن جانان کی آواز سنتی وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔۔۔۔

"آپ اور کون۔۔"وہ منہ کے مختلف زاویے بناتے ہوئے بولی۔۔

بلکل درست فرمایا آپ نے ،بلا میں کیوں آپ سے محبت کروں گا؟وہ اپنے لب دانتوں میں دباتا دونوں ہاتھ پیچھے کو کیے عین اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔۔۔۔

اسکی بات سے انوش کا دل دکھا تھا۔آپ آپ؟؟؟اب تک مجھ سے جھوٹی محبتوں کے اظہار کرتے رہے ہیں ناں؟ میں جانتی تھی آپ کو مجھ سے کوئی پیار ویار نہیں ہے۔انوشے سے کوئی پیار کر ہی نہیں سکتا۔۔۔۔آنکھوں میں نمکین پانی لیے وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

اسکو سیریس ہوتا دیکھتے ابان کے ہوش اڑ گئے۔۔۔انوش یار۔۔۔۔اسٹاپ اٹ۔۔۔۔۔وہ اپنے بیچ موجود تھوڑا سا فاصلہ طے کرتا اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔۔۔

اسٹاپ اٹ یار۔۔۔۔میں مذاق کر رہا تھا۔۔۔آپ سے محبت کرنے کا حق صرف و صرف ابان مصطفی کے پاس ہے۔۔اور یقین جانیں۔۔۔اپنی بیوی کی ایک کال سے میری ساری تھکن منٹوں میں اڑ جاتی ہے۔۔۔وہ ایک ہاتھ سے اسکا سر تھپتھپاتا بہت نرمی سے بولا۔

آپ نے خود ہی تو کہاں تھا۔۔۔۔آپ نے کال کیوں کی؟ اب بلا کوئی یہ بات اپنی بیوی سے پوچھتا ہے۔۔۔۔وہ اسکے سینے سے لگی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

بلکل نہیں۔۔۔!دراصل آپکا شوہر انتہائی بیوقوف ہے۔۔اب تو اس بیوقوف سے یہ غلطی سرزرد ہوچکی ہے۔۔۔کیا آپ اپنے بیوقوف شوہر کو معاف کر سکتی ہیں؟ وہ جس انداز سے بولا تھا۔۔۔

انوشے اس سے دور ہٹتی کھکھلا کر ہنسنے لگی۔۔۔

وہ اسے تعجب سے دیکھنے لگا۔۔۔ابھی وہ رو رہی تھی۔۔۔اور اب وہ پاگلوں کی طرح ہنسنے جارہی تھی۔۔۔

اچانک دروازے پر ایک ننھے فرشتے کی ہنسنے کی آواز آنے لگی۔۔۔صائم اپنے دونوں ہاتھ منہ میں ڈالے۔۔۔بلکل اپنی ماں کی نقل اتاڑتے ہوئے کھکھلا کر ہنسنے لگا۔۔۔۔

جہاں انوش کی ہنسی کو بریک لگی تھی وہی ابان سرعت سے مڑتا اپنے بیٹے کو دیکھنے لگا۔۔۔

ب۔۔۔با با۔۔۔۔بے قوف۔۔۔۔صائم وہ الفاظ دہراتا۔۔۔ایک بار پھر سے کھکھلا کر ہنسنے لگا۔۔۔

ابان اسکے منہ سے یہ الفاظ سنتا ششدر رہ گیا تھا۔۔وہی ایک بار پھر سے انوش کی ہنسی چھوٹی۔۔۔۔

وہ دونوں ماں بیٹے کو غصے سے گھورنے لگا۔۔۔

اسکی گھوری سے انوش اپنی ہنسی بمشکل روک پائی۔

انوش یہ سب آپکی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔۔؟ وہ اسے گھور کے بولا۔۔۔

میری وجہ سے کیسے ابان !!! میں نے تھوڑی آپ کو "بے قوف "بولا تھا۔۔وہ بلکل صائم کے سٹائل میں معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے بولی۔۔،

ب۔۔بابا بے قوف۔۔۔۔صائم نے بھی ماں کو فوری کاپی کرنا اپنا اولین فرض سمجھا۔۔۔۔

نو۔۔صائم ماما بے قوف۔۔۔وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ابان سے بولا۔۔۔

نو۔۔بابا بے قوف۔۔۔وہ بضد تھا۔۔۔اور وہی انوشے کا ایک بار پھر سے جاندار قہقہ گونجا۔۔۔۔

صائم بھی اسے دیکھتا کھی کھی کرنے لگا۔۔۔!!!!پہلے تو وہ دونوں ماں بیٹے کو گھورتا رہا۔۔۔پھر وہ ہنستے ہوئے صائم کو اٹھاتا اسکے دونوں گال پیار سے چوم گیا تھا۔۔انوش ان دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی۔۔۔سامنے کھڑا شخص محبت کے قابل تو تھا ہی نہیں۔۔۔بلکہ وہ تو عشق کے قابل تھا۔۔وہ سراپا عشق ہے۔۔۔"

****

رات کے تین بجے کا وقت تھا۔۔"لاہور میں لوگ عموماً رات کے ڈھائی بجے تک سڑکوں پر نکلے مختلف پکوان اور ساری رات روڈ پر ٹہلتے زندگی سے بھرپور لطف اٹھایا کرتے تھے۔۔۔دیر رات تک باہر رہنا اور صبح بارہ بجے اٹھ کر ناشتہ کرنا لاہوریوں کی شان تھی۔۔۔"اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔۔۔وہ رات کے اس وقت اسی گلی کے موڑ پر کھڑا اپنی جدید ٹکنیک کی گلاسس سے اردگرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔۔"

دن کے وقت اس احمق انسان نے یہاں آکر بہت بڑی بے وقوفی کا مظاہرہ کیا تھا۔۔۔جس پر مس ایل اسے کئ گھنٹے احمق! گدھا! بے وقوف! کم عقل۔۔۔ناجانے کیا کیا کہہ کر زچ کرتی رہی۔۔۔

"....All Clear......"Now move

مس ایل کی آواز آلے میں گونجی تھی۔۔۔

وہ ان کے اشارے پر تیزی سے ہر چیز کو پھلانگتا۔۔۔"سلیم دال والا" کے عین سامنے جا کھڑا ہوا۔۔۔

مس ایل۔۔۔

Stay connected with me.....

مجھے کسی بھی وقت آپکی ضرورت پڑھ سکتی ہے۔۔۔!!!!وہ ادھر ادھر دیکھتا محتاط انداز میں گویا ہوا۔۔۔

میرے بغیر تم کر بھی کیا سکتے ہو۔۔۔!!!!مس ایل شوخ ہوئی تھیں۔۔۔

Come on old lady.....! don't try to distract me!!!

ویسے بھی مجھ جیسے ہینڈسم بندے کے ساتھ کام کر کے آپ کا دماغ اڑ چکا ہے۔۔۔۔وہ بلیک ہڈ سر پر گرائے دونوں جیبوں میں ہاتھ اڑسائے۔۔۔آنکھوں پر گلاسس لگائے۔۔۔ناک تک ماسک چڑھائے اپنے ازلی بے نیاز انداز میں مس ایل کو چڑا چکا تھا۔۔۔

احمق انسان۔۔۔۔!!!!

Do Focus On Your Work.....!!!!

وہ غصے سے کہتیں اسے اپنے مشن کا یاد دلانے لگیں۔۔۔

وہ انکی بات سے محظوظ ہوا تھا۔۔۔۔

اوکے۔۔۔مس ایل میں جیسے ہی اندر داخل ہوں گا۔آپ ان کے سسٹم کو ہیک کر لے گیں۔۔۔اور پورے بیسمنٹ کی لائٹس آپ گل کر دے گیں۔۔۔"کیونکہ ایک بار کسیؑ عقل مند خاتون نے ایک

احمق انسان سے کہا تھا۔۔دن کی روشنی میں کون حملہ کرتا ہے۔۔بے وقوف احمق انسان!!۔۔۔رات کی مصنوعی روشنی میں کون حملہ کرے گا اب مس ایل؟؟؟؟ تو برائے مہربانی۔۔۔سسٹم ہیک۔۔۔بتی گل۔۔۔کام تمام۔۔۔"وہ مقابل پر طنز کرتا۔۔۔تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔۔

اپنے بیسمنٹ میں بیٹھی مس ایل لب بھینچ کر رہ گئیں تھیں۔۔۔۔

وہ کر بھی کیا سکتی تھیں اسکا۔۔۔"وہ اپنی سنانے والا مرد تھا۔۔۔جسے حکم دینا آتا تھا۔اگلا اسے جیسے چاہے پورا کرے اسکی بلا سے اسے بس کام وقت پر چاہیئے ہوتا تھا۔"

بلیک ہڈ سر پر گرائے ، آنکھوں پر اپنی مخصوص گلاسس لگائے، دائیں بائیں ہر چیز کو اپنی گلاسس سے سکین کرتا۔۔۔وہ تیزی سے بیسمنٹ کی جانب بڑھا۔۔۔

مس ایل ہری اپ ، شٹ ڈاؤن ڈا سسٹم۔۔۔وہ چلایا تھا۔۔۔

دوسری طرف مس ایل تیزی سے اپنے دونوں ہاتھوں کی پانچوں انگلیاں کی بورڈ پر دھڑا دھڑ چلانے لگیں۔۔۔

انہوں نے کی بورڈ پر جیسے ہی Enter پر پریس کیا وہ کرسی سے اپنی پشت ٹکاتے ہوئے بولیں۔

"ڈن۔۔۔"مس ایل کا یہ کہنا تھا کہ دوسری طرف بیسمنٹ کی ساری رنگ برنگی لائٹس گل ہوچکی تھیں۔۔۔صرف ایک زیرو کا بلب روشن تھا۔۔۔

نیچے ہر طرف ہڑبڑی مچ چکی تھی۔۔۔لوگ ایک دوسرے سے ٹکراتے پھر رہے تھے۔۔۔نشے میں دُھت لوگ کبھی کسے سے ٹکراتے تو کبھی کسی کے اوپر جا گرتے۔۔۔۔پورے بیسمنت میں مانو کہرام

مچ چکا تھا۔۔۔دلاور خان جو کہ وہی موجود تین لڑکیوں کے گروہ میں بیٹھا شراب پی رہا تھا، اس وقت زمین پر گرا پڑا تھا۔۔۔

لوگ چلاتے پھر رہے تھے، گالیاں نکال رہے تھے، ایک دوسرے کے گلے پڑ رہے تھے۔۔۔

تبھی کسی نے ایک ساتھ چار فائرز ہوا میں کی۔۔ایک ساتھ چار گولیوں کی آواز سے سارے بیسمنٹ میں سکوت چھا گیا تھا۔

کسی کے بھاری قدموں کی آہٹ سیڑھیوں پر محسوس ہوئی، پھر جیسے کوئی زینے اتر رہا تھا۔۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا عین وسط میں آکھڑا ہوا۔۔۔۔اسکے reflexes بہت تیز تھے۔۔۔"وہ لوگوں کے سانس لینے کی آواز سے پہچان جاتا تھا۔کون کس پوزیشن میں کھڑا ہے۔

"کسی نے زرا سی بھی آواز نکالی تو اس بار چاروں گولیاں اسکے جسم میں پیوست ہوگیں۔"اسکی بھاری سرد آواز پورے بیسمنٹ میں گونجی تھی۔۔۔

لوگ سہم چکے تھے۔۔۔وہ اسکے ڈر سے ایک لفظ بھی بولنے کی جراتً نا کر سکے۔۔۔

دلاور خان جو زمین پر اوندھے منہ گرا پڑا تھا۔۔۔بمشکل اپنے وجود کو سنبھالتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

ک۔۔۔کون ہو تم؟؟؟؟؟ھیلر اسکی آواز پہچان چکا تھا۔۔۔عین وسط میں کھڑا وہ مسکرایا تھا۔۔۔ہلکی زرد روشنی میں اسکا ہیولہ ہر ایک پر اپنا خوف طاری کیے ہوئے تھا۔۔۔

"ظالموں کے لئے ڈراؤنا خواب اوراپنوں کے لیے گھنی چھاؤں !!!تم جیسوں کے لیے "ڈیول" اور اپنوں کے لیے "ہیلر"۔۔

"میرے خیال سے ابھی کے لیے اتنا تعارف بہت ہے آگے تمہیں حالات بتادیں گے کہ میں کون ہوں۔۔۔"سرد لہجے میں کہتا وہ دلاور خان کو پل بھر کے لیے خوفزدہ کر گیا تھا۔۔۔

وہ قدم قدم اٹھاتا اسکے قریب بڑھ رہا تھا۔۔۔عین اسکے سامنے کھڑا وہ اسکو لرزنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔

"تم۔۔۔تم وہی ہو ناں؟؟؟؟؟جس نے میری فیکٹری جلائی تھی؟؟؟؟"

غم ، غصہ ، اور مقابل کا خوف ایک ساتھ دلاور پر حملہ آور ہوئے تھے۔

بلکل بجا فرمایا۔۔!میں ہی وہ ناچیز ہوں جس نے تیری فیکٹری جلائی تھی، اور میں ہی وہ ناچیز ہوں گا جو تجھے بلکل برباد کرکے رکھ دے گا۔۔۔تجھے عرش سے فرش پر لانے والا بھی میں ہی ہوں گا۔۔۔!!!!وہ اسکے ارد گرد گول گول چکر لگانے لگا۔۔۔

تیری کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدلنے والا بھی میں ہی ہوں گا۔۔!!!

اور پتا ہے کیا؟وہ اسکے کان کے قریب جھک کے بولا۔۔۔

ک۔۔کیا؟؟! وہ بمشکل ہی بول پایا۔۔۔

"میں ہی تمہاری موت ہوں گا دلاور خان! وہ اسکے کان کے قریب سرگوشی کرتا اسکی جان ہوا کر گیا تھا۔

اسکی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی تھی۔۔۔۔۔

لوگ بمشکل اتنی سی روشنی میں ان دونوں کو دیکھ پا رہے تھے۔۔۔

تم مجھے نہیں جانتے میں کون ہوں اور میں کیا کیا کر سکتا ہوں۔۔وہ اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

Oh !!!look i'm so scared , anybody there please help me, please safe me from this old man! .....

وہ دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھاتا بھرپور ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔۔۔

میں دلاور خان ہوں!!!!اور خان اپنی باتوں کے بہت پکے ہوتے ہیں۔۔میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ ایک دنیا دیکھے گی۔۔۔وہ غصے سے دھاڑا تھا۔۔۔

آواز نیچے۔۔۔میرے سامنے تمہاری آواز زرا بھی بلند ہوئی تو یاد رکھنا خان!!!!!یہ گولی سیدھا تیرے دماغ کے آر پار ہو گی۔۔۔وہ اسکے ماتھے پر بندق کی نال رکھتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں بولا۔۔۔

چند پل کے لیے تو دلاور خان کی سٹی گم ہوئی تھی۔پھر وہ جلد ہی اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے انتہائی دھیمی آواز میں بولا تھا مبادہ وہ گولی چلا ہی نا دے۔۔۔

تم کیا چاہتے ہو؟

میں تمہیں برباد کرنا چاہتا ہوں۔۔!جواب حاضر تھا۔

میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔۔۔

تم نے میرا بہت کچھ بگاڑا ہے!!!!اور اسکا حساب تم دو گے۔اسنے اسکے ماتھے پر رکھی بندوق کی نال پر گرفت مضبوط کی۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ وہ بلند آواز میں بولا۔۔۔

اور اس بار اسکے چلانے پر ھیلر نے بندوق سے اسکے ماتھے پر وار کیا تھا۔۔۔

آہ۔۔۔وہ کراہ کر رہ گیا۔اسکے ماتھے سے خون گرنے لگا۔۔

کہاں نہ آواز نیچے۔۔۔!!!!!!وہ اتنی زور سے دھاڑا کے آس پاس کے لوگ سہم کے ایک ساتھ جڑ کہ کھڑے ہوگئے۔۔۔

تم نے مجھے مارا !تم جانتے بھی ہو تم کس سے پنگا لے رہے ہو؟؟؟؟خان ہوں میں خان!!! اور تم جانتے نہیں خان کتنے غیرت والے ہوتے ہیں۔۔۔تمہارا حشر نا کیا تو میرا نام دلاور خان نہیں۔۔وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتے اپنا خون صاف کرتے ہوئے بولا۔

"ہوتے ہوں گے خان غیرت والے۔۔!لیکن تم تو انتہائی بے غیرت خان ہو!!!!اور اپنے نام کی راگ الاپنا بند کرو۔۔۔میں ڈرتا صرف ایک ذات سے ہوں۔۔۔اور کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا خواہ وہ خان ہو شاہ ہو یا جو بھی ہو۔۔۔!!!!آئندہ مجھے اپنے اس بے غیرت نام سے ڈرانے کی کوشش مت کرنا۔۔۔"اسکی آواز میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔۔۔۔

اور ہاں۔۔۔وہ اسکے ماتھے پر بندوق سے دستک دیتے ہوئے بولا۔۔۔

آج رات ، یہ جگہ بند ہوجانی چاہیئے۔۔۔۔یہاں سے نکل جاو۔۔۔یہاں تم اور تمہاری یہ غلاظت اسنے آس پاس کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔۔۔مجھے کل صبح تک نظر نا آئے۔۔۔ورنہ یہاں کی ساری سی سی ٹی وی فوٹیجز میں میڈیا کو دینے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاوں گا۔۔۔

وہاں پر موجود خان کے پیروں سے سہی معنوں میں زمین نکلی تھی۔۔وہ کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔۔

دوسری بربادی مبارک ہو دلاور خان۔!!!!!وہ مسکرایا تھا۔۔اسکی ماسک سے جھلکتی نیلی آنکھیں چھوٹی ہوئی تھی۔۔۔

تمہارے پاس کل صبح دس بجے تک کا ٹائم ہے۔۔۔اور ہاں یار رکھنا اگر دس بجے سے ایک بھی سیکنڈ اوپر ہوا تو نتیجے کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔۔۔۔!!!وہ اسے دھمکاتا پل بھر میں منظر سے غائب ہوا تھا۔۔۔۔

پیچھے سے خان غصے سے دھاڑا تھا۔۔۔۔تم دیکھنا!!! تمہاری کوئی نہ کمزوری میں اپنے ہاتھ لگوا کر ہی رہوں گا۔۔۔۔اور تمہیں وہاں لاکر کتے کی موت دوں گا جہاں تو نے سوچا بھی نا ہو گا۔۔۔۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔۔۔اس بار اسکے مقابل ایک ایسا شخص کھڑا تھا۔۔۔جو کسی سے ڈرتا نہیں تھا۔۔! جس کے پاس کھونے کو کچھ نا تھا۔۔۔جو دشمنوں کو اپنے پیروں کی دھول سمجھتا تھا۔۔جو انہیں دن میں تارے دکھانے کا ہنر رکھتا تھا۔۔۔وہ ایک تھا۔۔۔لیکن سب پر بھاری تھا۔۔۔۔

****

رات کا ناجانے کون سا پہر تھا وہ بیڈ پر ترچھی ہو کر لیٹی تھی بال زمین کو چھو رہے تھے۔پاس ہی ایک کتاب کھلی پڑی تھی جس کے صفحے ہوا کی وجہ سے دائیں سے بائیں پھڑپھڑا رہے تھے۔نظریں گھومتے ہوئے پنکھے پر جمی تھی نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔کمرے میں نیم اندھیرا تھا لیمپ کی ہلکی ہلکی سی روشنی پھیلی تھی۔

آہٹ کی آواز کے ساتھ آہستگی سے دروازہ کھلا تھا ماہ نور نے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو ماں ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑی تھیں۔

ماہ نور اٹھ کے بیٹھی تو وہ چل کے قریب آئیں اور اس کے سامنے بیٹھی ٹرے بیڈ کے وسط میں رکھی دونوں کے درمیان گہری خاموشی چھائی تھی جیسے دونوں آپس میں بات کرنے کے لیے الفاظ کا چناؤ کر رہیں ہوں

اماں نے روٹی سے نوالہ توڑ کر ماہ نور کے منہ کے قریب ہاتھ کیا اس نے ان کا ہاتھ تھام کے منہ میں نوالہ ڈالا اور نرم سی مسکراہٹ نے ماں کی لبوں کو چھوا۔

مجھے پتا ہے آپ نے بھی نہیں کھانا کھایا ہو گا اس نے نوالہ بنا کے ماں کے منہ کے قریب لے جاتے دھیمی آواز میں کہا ماں نے اس کے قریب بڑھتے ہاتھ کو چوما اور نوالہ منہ میں ڈالا تو دونوں کی آنکھوں میں نمی تہر رہی تھی۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد ماہ نور ٹرے لیے کمرے سے باہر گئ اور دو منٹ بعد ہی واپسی ہوئی ہاتھ میں دوائیوں کا شاپڑ اور پانی کا گلاس تھا۔ماں کو دوائی کھلانے کے بعد بیڈ پر ان کے لیے جگہ بنائی تو وہ بیڈ کراون کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹ گئیں۔

ماہ نور اس وقت ان کے پاؤں کے پاس بیٹھی تھی۔۔

مانو۔۔۔آہستہ سے ان نے پکارا۔

اماں انسان ہمیشہ دو کیفیت کا شکار رہتا اور اندر ہی اندر دونوں سے خوف کھاتا ہے۔دکھ کے پلٹ آنے کا اور سکھ کے پلٹ جانے کا، مجھے خوف ہے کہ کہیں میرا سکھ پلٹ نہ جائے۔

اس نے فوراً اپنے اندیشوں کو الفاظ کی شکل دی اور یہ کہتے ہوئے وہ خاموش ہو گئ اور کچھ دیر کے لیے کمرے میں کتاب کے صفحات کے پھڑپھڑانے کی آواز رہ گئ۔

اماں نے دھیرے سے اپنے دونوں بازو کھولیں تھیں۔یوں کے وہ اس کے سارے خوف اور اندیشوں کو بھگا دینا چاہتی ہوں۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ ان کے آغوش میں آتے ہی دنیا و مافیا سے بیگانہ سو چکی تھی۔

اماں نے اس کے ماتھے کو چوما تھا اور اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔جیسے تسلی دے رہی ہوں اور پوچھ رہیں ہوں میں ہوں تو خوف کیسا؟؟

اس نے ایک ہاتھ میں اماں کے ڈوپٹہ کے پلو کو مٹھی میں دبایا ہوا تھا۔وہ دھیرے سے ہنسی تھی وہ اب بھی انہیں پانچ سالہ مانو لگی تھی جو اس ڈر سے ماں کے ڈوپٹہ کو ہاتھوں میں دبوچ کے سوتی تھی کہ وہ کہیں رات کو اٹھ کے اپنے کمرے میں نا چلی جائیں۔

****

زاویار اور ہادی ایک پانچ منزلہ عمارت کے تیسرے فلور پر کھڑے تھے زاویار ایک اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول رہا تھا وہ دونوں یہاں پر رہتے تھے۔

دونوں کی فیملیز کا تعلق اسلام آباد سے تھا۔لیکن لاہور میں ایک ساتھ پڑھائی کرنے اور ڈگری لینے تک ان میں گہری دوستی ہو گئی تھی۔

خوش قسمتی سے دونوں کو یہاں نوکری بھی مل گئی تھی۔اب وہ دونوں یہاں اکھٹے رہتے تھے۔اسلام آباد اکثر چکر لگتا رہتا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی ہادی پہلے اندر داخل ہوا اور جوتوں کے ریک کے پاس جوتے اتارے اور گھر والے سلیپر پاؤں میں اڑستے بائیں جانب مڑ گیا۔زاویار نے بھی جوتے اتارے اور ہوائی چپل پہنتے اس کے پیچھے ہولیا۔

ہادی تو نے کب باز آنا ہے اپنی اوچھی حرکتوں سے زاویار نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی کہا۔

میں تیری بک بک سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ایک کپ چائے بنا دے

کیوں تیرے ہاتھ سالامت ہیں نہ تو جا دوکپ بنا کے لا زاویار نے اطمینان سے جواب دیا۔

تیرے والی میں زہر ڈالوں گا اگر کبھی بنائی تو ہادی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

میں تیرے والی میں چوہوں والی دوائی زاویار نے بھی کاؤچ پہ بیٹھتے ٹانگ پہ ٹانگ چڑہاتے ہوئے کہا۔

بہت اچھا ہوا ویسے تیرے ساتھ "زویا آئی ایم ریلی سوری فار مائے روڈ بی ہیویر" ہادی باقاعدہ اسکی نکل اتارتے ہوئے بولا آنکھوں میں شرارت رقص کر رہی تھی۔

ہادی اللہ کرے تو کنوارا مرے۔تیرے سے دوستی سے تواچھا تھا میں بھی مسسز ٹینا (ان کی پڑوسی) کی طرح ایک وفادار کتا پال لیتا۔

ہاں میں نے تو پالا ہوا ہے ہادی نے سر سے پیر تک زاویار کو دیکھا تھا۔۔۔

ت۔۔۔تو۔۔۔تو ہادی تو دفع ہو جا یہاں سے قتل ہو جانا تیرا۔زاویار نے بمشکل اس کی حرکت پے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

میں تو کوئی ارادہ نہیں رکھتا دفع ہونے کا۔۔۔البتہ تجھے ہو جانا چاہیے۔

ہادی ابراہیم نے سامنے والے کے دماغ کی دہی کرنے میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔

زاویار نے ایک کشن اٹھا کہ زور سے اسے مارا اور تب ہی فون کی گھنٹی بج گئی۔ہادی نے اپنی طرف آتا کشن بروقت کیچ کرلیا۔

زاویار نے فون نکالا تو اسکرین پر ماما لکھا ہوا جگمگا رہا تھا۔ہادی نے اس کے فون اٹھانے سے پہلے ہی ہاتھ سے اچک لیا۔

ہادییییییی۔۔۔۔۔زاویار نے اسے گھورا تھا۔پہلے میں آنٹی سے بات کروں گا۔

زاوی ایک کپ۔۔۔۔ایک کپ زہر نا دے دوں؟ہادی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی زاوی ضبط سے بولا۔

ایک چمچ چینی بھی ڈال دینا میرے یار ہادی نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے کندھے پے ہاتھ رکھا تھا۔

تو نے کسی دن واقعی ہی مر جانا میرے ہا۔۔۔۔

مجھے بھی ایسا ہی لگتا کسی دن میں نے واقعی تیرے ہاتھوں سے تیری ہی زبان کھینچ لینی ہے بہت چلتی ہے۔ہادی زاویار کی بات کاٹتے ہولا۔

زاویار نے اس کی گردن دبوچی۔۔۔اچھا چھوڑ نا سب کیا بچے کی جان لے گا ہادی نے ہیزل براون آنکھوں میں مسکینیت باری کرتے ہوئے کہا۔

زاویار قہقہہ لگا کے ہنس دیا۔

اسلام وعلیکم آنٹی!!

آپ کا فرمانبردار بیٹا بات کر رہا ہوں ہادی نے کان سے فون لگاتے ہوئے کہا اور فون اسپیکر پر ڈالتے زاویار کے پیچھے کچن میں داخل ہوا۔

وعلیکم السلام ہادی بھائی میں چھوٹی بات کر رہی ہوں۔(فون سے زاویار کی بہن کی آواز آئی تھی)

آپ کی محبوبہ کیسی ہے؟ مانم نے زاویار کا پوچھا تھا۔

میری محبوبہ روٹھی ہوئی ہے ہادی زاویار کی تھوڑی پکڑتے ہوئے بولا

پیچھے مر زوای چڑا تھا۔

نک چڑی بہت ہے ویسے کیسے گزارا کرتے ہیں مانم نے پھر لقما دیا۔

ہادی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

کیا کروں پالتوں ہے وفادار ہے اس لیے برداشت کر لیتا ہوں۔

اس بار مانم کا دوسری جانب قہقہہ بلند ہوا تھا۔بھائی تو وفادار ہیں اپنے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا۔

یہ آستین میں پالا ہوا سانپ ہے اور اس کے اندر ایک فسادی عورت چھپی بیٹھی ہے زاویار نے لقما دیا۔ہادی کا پورا منہ کھل گیا تھا اور مانم کی ہنسی چھوٹی تھی۔

اور مانم تم چڑیل نہیں ڈائن ہو ہمیں فون بس ایک دوسرے پہ طنز کے تیر چلاوانے کے لیے کرتی ہو ہادی منہ بنا کے بولا۔

بس اب جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور یہ رات دیر تک ایسے ہی چلنی تھی۔

****

سورج ڈھلنے میں چند ہی پل رہ گئے تھے۔وہ بک شاپ سے نکلتی جلد از جلد گھر پہنچ جانا چاہتی تھی۔وہ اماں کو بنا بتائے اس پہر کچھ کتابیں خریدنے نکلی تھی۔ماہنور کے پاس کوئی بہن بھائی نہ تھا۔۔۔"وہ اپنا سارا وقت کتابوں میں صرف کردیا کرتی تھی۔۔۔اور بے شک کتابیں تنہائی کی ساتھی ہوا کرتی ہیں۔
کتاب کا ایک صفحہ پلٹنے سے چند پل کے لیے ہم اپنی تلخ زندگی سے ایک فسانوی زندگی میں داخل ہوجاتے ہیں۔جہاں لوگ بچھڑتے نہیں ہیں، جہاں ہمیں ہمارے اپنے چھوڑ کر نہیں جایا کرتے ، جہاں ہمیں ہمیشہ ایک ہیپی اینڈنگ ملتی ہے۔جہاں کے کرداروں کے ساتھ ہم جی رہے ہوتے ہیں۔ہمارے سارے اموشنز ان فسانوی کرداروں کے ساتھ جُڑ جایا کرتے ہیں ، ہمیں اس فسانوی دنیا میں رہنا اچھا لگتا ہے، پر امی کی ایک آواز ہمیں حقیقت میں لا پٹختی ہے۔"
وہ ہاتھ میں کتابیں کا شاپڑ پکڑے ایک گلی مڑی ہی تھی جب پیچھے سے کسی نے اس کے سر پر کوئی بھاری پتھر مارا تھا۔۔کتابیں اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئ۔اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔۔۔اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔بس اتنا محسوس ہوا۔۔۔کوئی اسے سختی سے پکڑے گالیاں نکال رہا تھا۔اسکے بعد اسکی آنکھوں کے سامنے مکمل اندھیرا چاہ گیا تھا۔۔۔

****

"Pick up the phone healer"

مس ایل پریشانی سے ھیلر کو ۱۰ بار کال ملا چکی تھی۔۔۔ایک وہ تھا کال اٹھا کے ہی نہیں دے رہا تھا۔۔۔"ھیلر کال اٹھاو۔۔۔اگر تمہیں آج ایک بار پھر دیر ہوگئی تو ایک معصوم کی زندگی تباہ

ہو جائے گی۔اور اسکا پچھتاوا تمہیں ساری عمر ستاتا رہے گا۔۔۔اور میں یہ ہونے نہیں دوں گی۔۔۔میں تمہیں پھر سے ویسے نہیں دیکھ سکتی۔۔۔"مس ایل نم آنکھوں سے اسے کال ملانے لگی،۔۔۔

****

فون کیوں نہیں اٹھارہا یہ لڑکا۔۔۔مس ایل پریشانی سے اسے کوئی بائیسوں دفع کال ملاچکی تھیں۔۔۔اب بھی وہ فون کان سے لگائے کال ملنے کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔اب کی بار دوسری طرف سے لائن مل چکی تھی۔۔۔یقیناً دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا تھا۔۔۔

"مس ایل کونسی مصیبت آن پڑی تھی جو کال پر کال کیے جارہی ہیں۔۔۔کہی آپکی بریکس تو نہیں فیل ہوگئیں؟! دوسری طرف انتہائی بےزاریت سے کہا گیا تھا۔۔۔

"شٹ اپ اِڈیٹ۔۔۔"کب تک میں تمہارے بکھیرے سنبھالتی رہوں گی۔۔۔کس گدھے نے کہا تھا پرائے پھڈوں میں پڑو!!!خود تو چوبیس گھنٹے مصیبت میں پڑے رہتے ہو بلکہ نہیں مصیبت خود تمہارے گلے پڑی رہتی ہے ،اب ساتھ ایک معصوم لڑکی کو بھی اس دلدل میں گھسیٹ لیا تم نے۔۔۔!!!!"وہ ایک ہی سانس میں بولی گئیں۔۔۔

????Relax old lady!! Take a long breath & then tell me what happened

اسکی سنجیدہ آواز فون سے ابھری۔۔۔

ھیلر اس دن جس لڑکی کو تم نے اُن گنڈوں سے بچایا تھا۔۔۔وہی لڑکی اس وقت دلاور خان کے اڈے پہ ہے اس کے بندوں نے اسے اسکے گھر کے قریب ہی کہی سے اغوا کرلیاہے۔۔۔وہ اسے

تمہاری کمزوری سمجھ کے پکڑ چکے ہیں۔۔۔سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔نہ تم اس معصوم کے پیچھے جاتے نا وہ آج مصیبت میں ہوتی۔وہ خفگی سے بولیں تھیں۔

دوسری طرف وہ سب کچھ سن کے بت بنا کھڑا تھا۔۔اس کے دماغ کے پردوں پر کسی کی نڈر آنکھیں گھوم رہی تھیں۔۔۔

کافی اچھے مکے مارلیتی ہیں آپ؟

کیوں آپ کو بھی کھانے ہیں؟؟؟

منہ بھی بہت اچھا توڑ لیتی ہوں میں۔۔

جن لڑکیوں کے سر پر باپ بھائی کا سایہ نہ ہو ناں مسٹر تو ان لڑکیوں کو بہادر ہونا پڑتا ہے۔۔۔بہادر ہونا پڑتا ہے۔۔۔معاشرے میں پلتے ناسوروں سے اکیلے مقابلہ کرنے کہ لیے۔۔۔۔اسکے لہجے میں موجود اداسی اسے بری لگی تھی۔۔۔

سب کچھ ایک فلم کی طرح اسکے زہن کے پردوں پر چلنے لگا۔۔۔۔

شیرنی۔!!!!!جیسے ہی اسکا سکتا ٹوٹا وہ چلایا تھا۔۔۔اتنا کہ دوسری طرف موجود مس ایل کو اپنے کان پردہ پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔

وہ جلدی سے چہرے پر اپنا ماسک چڑھائے، آنکھوں پہ اپنی جدید گلاسس لگائے، اپنی بلیک جیکٹ اوڑھتا، گاڑی کی چابی اٹھاتا تیر کی سی تیزی سے باہر کو دوڑا۔۔۔۔

مس ایل

?What is the current location of her

وہ گاڑی گھر کی حدود سے باہر نکالتے ہوئے تیزی سے بولا۔

مس ایل جلدی سے اسے لوکیشن بتانے لگی۔۔۔

دلاور خان اگر اس لڑکی کو زرا سی بھی آنچ آئی تو میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔۔وہ لال انگارہ آنکھوں سے گاڑی ایک سو چالیس کی سپیڈ پر دوڑا رہا تھا۔اندر سے اسکا دل کانپ رہا تھا۔۔اللہ آج نہیں۔۔ایک اور لڑکی نہیں خدارا نہیں۔۔اسکی خفاظت کرنا۔

کم آن شیرنی میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، ہمت مت ہارنا شیرنی۔۔!!!اس بار میں کسی بھی معصوم لڑکی کو اس دلدل میں پھنسنے نہیں دوں گا۔۔۔!!!!جیسے وہ کسی دوسرے سے زیادہ خود کو یقین دلارہا تھا۔۔۔

****

وہ کوئی تہہ خانہ تھا، اسکی آنکھوں پر پٹی باندھی گئ تھی، دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے کیے رسی سے باندھے گئے تھے۔۔اور وہ بے سود زمین پر اکڑو بیٹھی تھی۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔۔یہ سب کیا ہورہا ہے۔اسکی تو کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ایک پل کے لئے اسکے زہن میں اپنے تایا اور تائی کا خیال آیا تھا۔۔پھر اگلے ہی پل وہ اس خیال کو رد کرچکی تھی۔۔نہیں وہ اتنا نہیں گر سکتے۔۔آخر یہ لوگ کون ہیں۔اور چاہتے کیا ہیں مجھ سے۔۔۔اس کہ سر میں درد کی ایک شدید لہر دوڑی تھی، اسکے سر پر لگی چوٹ زیادہ گہری نہیں تھی لیکن پھر بھی اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہوا، ماتھے پر ایک جگہ خون جم چکا تھا، اسکا سر شدید دُکھ رہا تھا۔

بار بار رسی کھولنے کی کوشش کرتے اسکے ہاتھ بری طرح زخمی ہو چکے تھے۔۔۔اب بھی وہ بے بسی سے ایک بار پھر اپنے ہاتھ ہلانے لگی۔۔ مگر سب بے سود۔۔اسکے ہاتھوں میں مزید جان لگانے کی سکت نہ تھی ، اسکی ریشم سی ملائم کلائیاں سرخ پڑ چکی تھیں۔

تب ہی سیڑھیوں سے اترتے دو ہیولے اس سیاہ اینٹوں والے فرش پر نمودار ہوئے۔۔

اسکے ہاتھ حرکت کرنا بند ہو چکے تھے، اسکی آنکھوں میں نا کوئی خوف تھا نا ڈر بلکہ صرف غصہ تھا، صرف غصہ !!!

مجھے یہاں کیوں بند کر کے رکھا ہے؟؟؟وہ غصے سے پھنکاری تھی۔

اے لڑکی اپنی آواز نیچے رکھ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ان میں سے ایک بندے نے آگے بڑھ کے اسکے بال اپنی مٹھی میں دبوچے۔۔۔

آہ۔۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔وہ درد سے بلبلا اٹھی تھی، (ایک تو آگے ہی اسکے سر میں شدید درد تھا اوپر سے وہ اب اسکے بال دبوچے ہوئے تھا۔)

چھوڑنے والی چیز ہی تو نہیں ہے تو۔۔وہ بندہ خباثت سے کہتا اسے ہوس بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔۔۔

اب کی بار ماہنور کی آنکھوں میں خوف ابھرا تھا۔۔"اپنی عزت لٹ جانے کا خوف، لڑکی چاہے جتنی ہی مضبوط کیوں نا ہو ، ہوتی تو وہ ایک صنف نازک ہے،مرد کا مقابلہ ایک عورت کبھی نہیں کر سکتی، عورت کی عزت ایک نازک ڈور کی طرح ہوتی ہے، ایک میلی نظر عورت کے وجود میں کسی گولی کی طرح پیوست ہوتی ہے، عورت خود پر کسی کی گندی نظر برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتی۔"

دور رہو مجھ سے۔۔۔وہ چلائی تھی، میرے پاس مت آنا پلیز۔۔۔۔وہ منتیں کرنے لگی۔۔۔
وہ کسی کے آگے جھکتی نہیں تھی لیکن آج بات اسکی عزت پر آن پہنچی تھی۔
جبکہ دوسرا آدمی اسکی حالت سے لطف اٹھاتا خباثت سے قہقہہ لگانے لگا۔۔
جس آدمی نے اسکے بال مٹھی میں جھکڑ رکھے تھے اسنے ماہنور کی اوڑھی ہوئی چادر اسکے تن سے جدا کردی۔۔۔

جس پر ماہنور تڑپ کر رہ گئ۔۔۔ن۔۔۔۔نہیں نہیں نہیں۔۔۔۔دیکھو مجھے جانے دوں۔۔۔۔وہ اپنے پیر چلانے لگی۔۔۔وہ غلیظ انسان اپنے ہاتھوں کی گرفت اس پر مضبوط کر چکا تھا۔۔۔اس سے پہلے وہ کوئی گھٹیا حرکت کرتا۔۔۔۔ٹھیک اسی وقت ایک گولی چلنے کی آواز آئی، اور اسکے ساتھ ہی پورے تہہ خانے میں دردناک چیخ گونجی تھی، جس آدمی نے ماہنور کو دبوچ رکھا تھا گولی اسکے بازو کے آر پار ہوئی تھی:
وہ اپنا بازو پکڑے درد سے بلبلاتا چیخے مار رہا تھا۔۔۔دوسرے آدمی نے خوف کے مارے سیڑھیوں کی جانب دیکھا۔۔۔جہاں وہ ہمیشہ کی طرح اپنے مخصوص حلیے میں موجود تھا فرق صرف اتنا تھا آج اسکی نیلی آنکھیں غصے کے باعث بے انتہا سرخ تھیں۔۔۔۔۔جیسے وہ آج کسی کو سالم نگل جانا چاہتا ہو۔۔۔نظروں ہی نظروں میں کسی کو بھسم کرنے کا ارداہ رکھتا ہو۔۔
کون ہے؟ اس آدمی کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔
تمہاری موت۔۔۔ساتھ ہی ایک گولی سیدھا اس آدمی کے پاوں پر لگی تھی۔جس پر ایک بار پھر پورے تہہ خانے میں دل خراش چیخے گونجنے لگی۔

ماہنور نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔۔۔وہ وہی تھا۔۔جس نے پہلی بار جانے انجانے میں اسکا حوصلہ بڑھایا تھا۔۔وہ وہی تھا جو اسے دشمنوں سے نمٹنے کی ٹپس دے کر گیا تھا۔۔۔۔

ھیلر کی آنکھیں بھی ٹھیک اسی وقت ماہنور کی طرف اٹھی تھی۔اسکی حالت دیکھ کر اسکا دل کٹ کہ رہ گیا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اسکی جانب آیا۔۔گھٹنوں کے بل عین اسکے سامنے بیٹھ کر وہ آنکھوں میں فکر سموئے اس سے گویا ہوا۔۔

آر یو اوکے شیرنی؟؟؟ اسکی آواز میں اسکی آنکھوں میں اسکے لیے فکرمندی ہی فکرمندی تھی۔

اسے دیکھتے ہی ماہنور کی آنکھیں بھر آئی ،اسکی حالت غیر ہورہی تھی، اسکا ڈوپٹہ اس شخص کہ گندے خون سے رنگ چکا تھا۔۔وہ بے بس تھی۔۔۔

وہ اسکی حالت دیکھتا جلدی سے اپنی جیکٹ اتارتا اسکے وجود پر اوڑھ چکا تھا۔۔

وہ دنگ رہ گئ تھی۔۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی، جو بنا کچھ کہے اسکی بے بسی سمجھ چکا تھا۔وہ شخص کون تھا؟ جو بھی اس سے ملتا پہلا سوال اسکے زہن پر یہی ابھرتا۔۔آخر وہ شخص تھا کون؟

وہ یک ٹک اسے دیکھے گئ تھی۔۔۔

?Say something girl

وہ بے چینی اور فکرمندی سے ایک بار پھر گویا ہوا۔دوسری طرف مس ایل بے ہوش ہونے کو تھیں۔۔۔اتنی فکر دیکھ کر انکا بی پی لو ہونے کو تھا۔۔

جواب میں ماہنور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوگئ، اسے نہیں پتا کیوں وہ اس شخص کے سامنے رو رہی ہے۔ کیوں وہ ایک انجان شخص کے سامنے اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔
اسے روتا دیکھ کر ھیلر کی آنکھیں غصے سے لال انگارہ ہونے لگی اسے اسی حالت میں روتا ہوا چھوڑتے وہ ان دونوں کی طرف بڑھا۔۔۔ ہمت بھی کیسے ہوئی تم لوگوں کی اسے ہاتھ لگانے کی ہاں؟؟؟؟؟
ایک بات یاد رکھنا تم لوگ! جس دن تم لوگوں نے اس کو دوبارہ ہاتھ لگانے کی کوشش کی اس دن تم لوگوں کا آخری دن ہو گا۔۔!!!اور تم لوگ جس کتے کی دم پر ناچ رہے ہو اس کتے کی دم میں اپنے ہاتھ سے کاٹوں گا۔۔۔،وہ اشتعال میں ان دونوں کے سروں پر گن سے وار کرتا رہا یہاں تک کہ انکے سر پھٹ چکے تھے۔اور وہ دونوں

وہ اسکی طرف پلٹا تھا جو ابھی بھی ہنوز اسی طرح رونے میں مصروف تھی۔وہ اسکی جانب چل کے آیا اور اسی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھا اسکی طرف دیکھنے لگا۔ماتھے پر لگا ہوا زحم جس پر خون جم چکا تھا، روئی ہوئی سرخ متورم آنکھیں، ہونٹ کا کنارہ جو وہ اپنے لب میں دبائے رو رہی تھی کنارے سے پٹ چکا تھا، یہ وہ شیرنی تو نہیں تھی جس سے وہ پہلی دفعہ ملا تھا، یہ وہ نڈر آنکھیں نہیں تھیں جس سے وہ پہلے دن ملا تھا،
سنیں آپ بلکل محفوظ ہیں اب، یقین کریں اب کوئی بھی آپ کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرسکے گا۔میں آپ تک کسی کو نہیں پہنچنے دوں گا ،یہ میرا آپ سے وعدہ ہے، آپ کو کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔۔۔وہ بہت نرمی سے بولتا اسے تحفظ کا احساس دلا گیا تھا۔

وہ اپنا رونا بھول چکی تھی، کون تھا وہ جو اسے ہر تکلیف سے بچالینا چاہتا تھا، وہ اسکی کچھ نہیں لگتی تھی، نا وہ اسکا کچھ لگتا تھا، پھر بھی وہ اسکی مدد کیوں کر رہا تھا؟

آ۔آپ میری مدد کیوں کریں گے اور یہ لوگ کون ہیں؟ اسکی آواز رندھ چکی تھی۔

میں آپکی مدد اس لیے کروں گا کیوں کہ مجھے خدمت خلق کا شوق بہت ہے مادام اور یہ کیا آپ شیرنی سے بھیگی بلی بنی بیٹھیں ہیں؟وہ اسکے دوسرے سوال کو ٹال گیا تھا۔

جی نہیں۔۔۔مسٹر میں کوئی بھیگی بلی نہیں ہوں سمجھے؟ وہ اپنی انگلی اٹھا کے اپنی آنکھیں گھما کہ اسے وارن کرنے والے سٹائل میں بولی۔

وہ اسکو واپس اپنی جون میں لوٹتا دیکھ کے مسکراہٹ دبا کہ بولا چلیں مادام میں آپ کو آپ کے گھر تک چھوڑ دوں۔۔۔

میں خود چلی جاوں گی مسٹر۔۔۔وہ مسٹر پر اچھا خاصہ زور دے کر بولی۔

ہرگز نہیں میں آپ کو اس حالت میں اکیلے ہرگز نہیں جانے دوں گا۔۔چلیں شاباش اٹھے۔وہ خود اٹھتا اسکی طرف اپنا مضبوط ہاتھ بڑھا چکا تھا۔

وہ اپنی طرف بڑھا ہوا ہاتھ دیکھ کر رہ گئیں۔۔اسنے جھجھکتے ہوئے اپنا مومی ہاتھ اسکے ہاتھ میں تھما دیا۔

وہ اسے سہارا دیکھ کر اٹھا چکا تھا۔۔

میں ایسے کیسے باہر جاوں گی؟ وہ معصومیٹ سے بولی تھی اسے اسطرح اسکی جیکٹ پہنے باہر جانا بہت مایوب لگ رہا تھا۔۔اسکا ڈوپٹہ اس آدمی کے گندے خون سے رنگ چکا تھا۔

اممم آپ میرے پیچھے چلیں وہ کچھ سوچتا ہوا بولا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔وہ بھی اسکے پیچھے چلنے لگی۔
باہر تک آتے ہوئے وہ اسکے آگے چل رہا تھا۔اسکے مضبوط جسم کے آگے اسکا وجود مکمل چھپ چکا تھا۔وہ بنا ہچکچائے اسکے پیچھے چلتی رہی۔

بیٹھیں۔۔۔وہ گاڑی کے پاس پہنچتا اسکے لیے فرنٹ ڈور اوپن کر چکا تھا۔

وہ بھی چپ چاپ آگے بیٹھ گئی۔جیسے ہی وہ اندر بیٹھی تھی وہ دروازہ بند کرتے اپنے پیروں پر گھومتا دروازہ کھولتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔۔۔وہ بہت خاموشی اور مہارت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔پہلے دس منٹ تو گاڑی میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔پھر اسکی آواز نے اس خاموشی کو توڑا۔

سو مادام میں جب بھی آپ سے ملتا ہوں آپ کسی نا کسی مصیبت میں گھری ہوتی ہیں۔۔۔کہیں آپکا دوسرا نام آفت تو نہیں ہے؟؟؟؟لہجے میں شرارت واضح تھی۔

اور میں جب بھی کسی مصیبت میں ہوتی ہوں تو آپ میرے آس پاس موجود ہوتے ہیں کہیں آپ ہی تو نہیں مجھ پر حملہ کرواتے ؟اور دوسری بات مسٹر آپکو میرا نام ہی نہیں معلوم تو یہ دوسرا تیسرا کہاں سے آگیا؟وہ اسے چیلنج کرنے والے انداز میں گویا ہوئی۔

استغفار۔۔۔۔اتنا سنگین الزام نا لگائیں مادام میں ایک انتہائی شریف اور سلجھا ہوا آدمی ہوں، اور رہی بات آپکے نام کی تو وہ مجھے معلوم ہے۔۔۔۔مقابل کا انداز بھی چیلنج لیے ہوئے تھا۔

اچھا۔۔۔۔۔۔۔آپکی شرافت میں کچھ دیر پہلے ملاحظہ فرما چکی ہوں ماہنور نے اچھا کو کافی لمبا کھینچا تھا۔۔۔اور اگر ایسا ہے تو آپ میرا نام بتانا پسند کریں گے مسٹر؟ کہی اندر سے اسے یقین تھا کہ وہ اسکا نام نہیں جانتا۔۔

ماہنور سجاد، شیرنی اور آفت۔۔۔یہ رہے آپکے نام مادام۔۔۔انداز ایسا تھا کہ دیکھ لو مجھے معلوم ہے۔۔۔

وہ منہ کھولے اسکی طرف دیکھ کے رہ گئی تھی۔اسکی ماسک سے اوپر جھلکتی نیلی آنکھوں میں شرارت واضع تھی۔

آپ کو کیسے معلوم میں نے تو نہیں بتایا تھا۔۔لہجے میں حیرت سموئے وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

بس دیکھ لیں آپ نے تو اپنے گھر کا ایڈریس بھی مجھے نہیں بتایا تھا اور ہم آپکی گلی کے باہر موجود ہیں۔۔اندر اسکا دل قہقہہ مار کے ہنسنے کو چاہ رہا تھا۔۔کیونکہ مس ایل ماہنور کے بارے میں اسے ساری معلومات فراہم کر چکی تھیں۔اور اب وہ اس بیچارے کی شکل دیکھ کر بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پائے ہوئے تھا۔

اسنے ونڈو اسکرین کے باہر دیکھا تو وہ واقعی اپنی گلی کے موڑ پر تھی۔اسنے پلٹ کر ھیلر کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔۔۔

میں ایسا ویسا بندہ نہیں ہوں مادام وہ اسکی نظروں کا مفہوم سمجھ کر فوری بولا۔۔۔

آپ کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔۔۔وہ اسے گھور کے بولی۔

میں ہر ایک کی سمجھ میں آتا بھی نہیں ہوں۔۔۔وہ مسکرا کہ بولا۔

لیکن میں ہر ایک نہیں۔میں ماہنور ہوں۔مجھے مشکل چیزوں کو حل کرنا بے حد پسند ہے۔وہ بھی مسکرا کر بولی۔

لیٹس سی شیرنی۔۔۔وہ اسکے انداز پر مسکرایا تھا۔

وہ بھی مسکرا کر گاڑی سے نیچے اتری اور پھر مڑ کے ونڈو اسکرین کی جانب گھومی۔

سنیں۔۔۔۔

اسنے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا جی؟

تھینک یو۔۔۔وہ اسکا شکریہ ادا کرتے پلٹنے ہی لگی تھی جب اسنے اسے آواز دے کر روکھا۔

شیرنی رکھو۔۔۔وہ اسکی پکار پر ایک بار پھر پلٹی تھی۔

جب وہ جھک کے گاڑی کے ڈیش بورڈ سے ایک آلہ نکال رہا تھا، وہ اسنے اسکی جانب بڑھایا یہ رکھو ۔۔۔جب بھی کسی مصیبت میں ہوں، یا ویسے اگر کوئی پریشانی ہو تو بس اسے اپنے کان میں لگا کہ ایک بار "ھیلر" کہنا۔۔۔اور بندہ آپکی خدمت میں حاضر۔۔۔

اسنے وہ آلہ خاموشی سے اسکے ہاتھ سے لے لیا تھا، آج کے واقع نے اسے ڈرا دیا تھا۔۔۔

تھینک یو۔۔۔ھیلر۔۔۔وہ اسکا شکریہ کہتی پلٹ گئ تھی۔

اور وہ بھی ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتا اپنی گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔۔۔

****

دروازہے کو آہستہ سے دھکیلتے وہ گھر میں داخل ہوئی تھی۔

راہداری میں چلتے اسے اماں کہیں بھی نظر نہیں آئیں تھیں۔اس کے قدم تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھے تھے۔

اووو ماہ نور آگئ ہے اماں کی بیٹھک سے آواز آئی تھی وہ یقیناً اسے تیزی سے گزرے دیکھ چکی تھیں لیکن ان نے غور سے نہیں دیکھا اسے۔

"آج کل وہ ماہ نور کی منگنی کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔اسی سلسلے میں فہمیدہ آئی رہتی تھیں۔فہمیدہ ان ہی کے محلے میں چند گھر چھوڑ کہ رہتی تھیں۔وہ سلائی کڑھائی میں کافی اچھی مہارت رکھتی تھیں، ماہ نور کے شادی کے سارے کپڑے وہی سلائی کر رہیں تھیں ابھی وہ انہیں کے ساتھ دوبارہ باتوں میں مشغول ہو گئیں"

رفعت کی آواز سنتے ہی اس کی ہتھیلیاں نم ہوئیں تھیں لیکن وہ آواز کو نظر انداز کرتی وہاں رکی نہیں تیز تیز قدم چلتے برآمدے سے ہوتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کرنے کے بعد چند گہرے سانس لیے جسم سرد پڑ رہا تھا ہاتھ ہولے ہولے لرز رہے تھے۔بظاہر تو اسے چند چوٹیں آئیں تھی سے لیکن اندر سے وہ آج کے واقعے کے بعد ڈر گئی تھی۔

اگر وہ ہیلر نہ آتا تو کیا ہوتا آگے کا سوچتے ہی اس کی آنکھوں میں نمی اترتی گئ۔وہ دروازے کے ساتھ ہی نیچے بیٹھتی گئ۔پتا نہیں کتنی گھڑیاں آنسوؤں کی نظر ہوئیں پھر ایک خیال کے آتے ہی وہ جلدی سے الماری سے اپنا ایک سوٹ نکالتی واش روم میں گھس گئ۔

وہ اس نازک گھڑی جب اس کی منگنی سر پر تھی ماں کو پریشان نہیں کر سکتی تھی۔

دس منٹ بعد باہر نکلی تو فروزی رنگ کے سادہ سے لباس میں ملبوس تھی۔قمیض کے دامن پر چاروں اطراف میں اسی زنگ کی چھوٹی سی شٹل لیس لگی تھی۔سٹریٹ کیپری پہنے وہ سنگھار میز کے سامنے آئی اور اپنا عکس دیکھا۔ماتھے پر چوٹ کا نشان واضح تھا لیکن گہری نہیں تھا ایک دو دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ہاں ٹھیک ہو جائے گا وہ خود کو تسلی دیتی بڑبڑائی ،روئی روئی آنکھیں چہرہ زدری مائل ہو رہا تھا۔

سنگھار میز کے چوتھے دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور پائیوڈین روئی پے لگا کر بھری مہارت سے زخم صاف کیا (بابا کی وفات کے بعد اسے بس ایک چیز میں مہارت حاصل ہو گئ تھی "زخموں پہ مرہم" رکھنے کی)اور سسسی کی آواز پراس نے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبایا۔چہرے پے تکلیف کے آثار واضح تھے۔

پھر سنی پلاس نکال کر ماتھے پر لگایا۔گرنے کے باعث گھٹنوں کو کہنیوں پر بھی چوٹیں آئیں تھیں وہاں بھی اس نے زخم صاف کر کے پٹی کی۔

ایک خیال ذہن میں لپکتے ہی وہ واش روم میں گئ اور جیکیٹ لیے واپس بیڈ پر آ بیٹھی۔

شیرنی آر یو اوکے؟ کسی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"میسٹیریس" یہ بولتے اس کے ہونٹ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے(اداس مسکراہٹ)

جیکیٹ کو اس نے اپنی الماری میں سے ہینگر نکال کر اس پر لٹکا کر رکھا اور آلہ جو ہیلر نے دیا تھا وہ بیڈ کے پاس پڑی سائیڈ ٹیبل میں رکھا۔

اور خود کو سوالوں کے جوابات دینے کے لیے تیار کرتی کمرے سے باہر آئی

رفعت باہر سے دروازہ بند کرتے برآمدے میں آتی دیکھائی دی۔یقیناً وہ خاتون کو باہر تک چھوڑنے گئ تھیں۔

وہ انہی کے پاس آ گئ۔رفعت اس پر نظر پڑتے ہی قدم ساکت ہوئے تھے۔

ی۔۔۔۔یہ کیا ہوا؟ وہ بامشکل ہی بول پائیں

کتابیں لینے گئ تھی بازار جلدی جلدی چلنے کے چکر میں پتھر سے ٹھوکر لگی تو گر گئ یہ سر پر چوٹ آ گئ یہ کہہ کر اس نے لمحہ بھر کو وقفہ لیا۔

اب ٹھیک ہو،دھیان کہا ہوتا تمہارا؟؟ اپنا رنگ دیکھو کیسے پھیکا پڑ رہا۔ منگنی تمہاری سر پر ہے اور تم چوٹ لگوائے بیٹھ گئ ہو، سب نے آنا ہے میں سب کو کیا جواب ہوں گئ جب سب پوچھیں گے؟

اماں کو نئ فکر لاحق ہو گئ تھی۔اور کتابیں لینے میں اتنی دیر لگا دی کب سے نکالی تھی گھر سے اب تمہارا رشتہ تہہ کر چکی ہوں۔

وہ لوگ بھی چھان بن کروا رہے ہوں گے کہ ہم کیسے لوگ ہیں اگر کسی نے بول دیا کہ لڑکی کا وقت گھر سے باہر زیادہ دیر گزرتا ہے۔۔۔رفعت تو نان سٹاپ شروع ہو چکیں تھیں۔

ماہ نور کی آنکھوں میں سرخ لکیریں نمایا ہوئیں تھیں وہ ضبط کیے کھڑی تھی۔اماں بس بھی کریں میں کام سے گئ تھی کوئی سیر سپاٹے کرنے نہیں گئ تھی۔بجائے اس کے آپ مجھ سے میری چوٹ کا پوچھیں۔آپ کو دو ٹکے کے خاندان والوں،محلے والوں اور ان رشتے والوں کا پڑا ہے کہ وہ کیا سوچیں گے؟؟کیوں دنیا والے ہماری ہر بات کے بیچ آتے ہیں؟؟آخر کیوں؟؟وہ رو دینے کو تھی۔

میں تھک گئ ہوں،میں ہار گئ ہوں،خود کو بچپن سے لے کر آج تک غلیظ نظروں سے بچاب کے، مجھ میں اب ہمت نہیں ہے۔۔۔خدا کا واسطہ بس کر دیں میرے صبر کا امتحان لینا یہ کہتے ماں کے آگے ہاتھ جوڑے تھے جیسے آئی تھی ویسے ہی واپس کمرے کی جانب مڑ گئ تھی۔

اماں وہیں ہکا بکا کھڑی تھیں۔۔۔(اسے کیا ہو گیا؟؟)

اس نے سوچا تھا ہمت کر کے سب سچ بتانے کا،لیکن اب وہ کسی کو نہیں بتائے گی۔کوئی نہیں سمجھے گا، کوئی نہیں سمجھ سکتا ہماری اذیتوں کو سوائے اس پاک ذات کے۔۔۔

"مرنا تو اس جہان میں کوئی حادثہ نہیں

اس دورِ ناگوار میں جینا کمال ہے۔"

****

چاند پوری آب وتاب سے آسمان میں چمک رہا تھا۔لاؤنج کے بھاری پردوں کو پیچھے کیے ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑے دور آسمان کو تکتے وہ وقفے وقفے سے کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

اندھیرا ہر سو چھایا تھا۔سڑکوں کے جلتے سٹریٹ پولز اندھیرے کو مٹانے کی ناکام کوشش میں تھے۔

عقب میں لگے پر ایل سی ڈی پر گلوکار اپنی خوبصورت آواز سے سر بکھیر رہا تھا۔۔

"ساحل پر کھڑے ہو تمہیں کیا غم چلے جانا

میں ڈب رہا ہوں پر ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں

اے وعدہ فراموش میں تجھ سا تو نہیں ہوں"

مگ کو ٹیبل پر رکھتے صوفے سے اس نے اپنا موبائل اٹھایا چہرے پر مسکراہٹ رینگی(شیطانی مسکراہٹ)مسیج ٹائپ کر کے اس نے سینڈ کا بٹن دبایا تھا۔۔

"زاویار کھانا کھانے کے بعد واک پر نکلا تھا اس وقت وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا بھاگنے کی وجہ سے تنفس بگڑا ہوا تھا۔ماتھے پر گرتے بال بے ترتیب ہو رہے تھے۔گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے اس نے سانس

بحال کیا، پانی کی بوتل کھول کے ایک گھونٹ بھرا اور ایگزٹ گیٹ کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ ہاتھ میں پکڑے موبائل پر وائبریشن ہوئی' اس نے موبائل سامنے کیا تو ہادی کا میسج جگمگا رہا تھا۔

"ڈاکٹر ہادی بات کر رہا ہوں زاویار صاحب مجھے لگا آپ کو اِس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے اس وقت آپ کے گھر میں کچن میں پڑے زہر (چینی) کے ڈبے میں زہر (چینی) کی مقدار کا خاتما ہو چکا ہے آتے ہوئے لے آیئے گا۔ورنہ! صبح تڑپ تڑپ کے مر جائیں گے لیکن چائے نہیں ملے گئ"

(آپ کا خیر خواہ ہادی ابراہیم)

زاویار نے دل ہی دل میں بہت سے القابات سے نوازا اور وہاں سے مارکیٹ کی راہ لی۔

میسج سین ہو چکا تھا لیکن جواب وصول نہیں ہوا تھا۔وہ جنتا تھا اپنے جگر کو دل ہی دل میں اسے کن الفاظ سے یاد کر رہا ہونا۔۔

کچن میں آیا تو کیبنیٹ سے چینی کا نیا پیکٹ کھول کر ڈبے میں ڈالا اور گردن پیچھے کی جانب گرا کر ایک قہقہہ لگایا

"دوسروں کو زچ کر کے رکھنا ہادی ابراہیم کی پرانی (اور پختہ) عادت تھی۔"

زاویار تو روز اس کا نشانہ بنتا تھا۔

پیچھلے پندرہ منٹ سے وہ فون پر سکرول کر رہا تھا ساتھ ہی گاہے بگاہے گھڑی پر بھی نظر مار رہا تھا۔

جب ستارہواں منٹ لگا تو اس نے خود کو بڑبڑاتے سنا، چل بھئ ہادی ابراہیم تو اب بِل ڈھونڈ لے اور چھپ جا تو شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال چکا اب وہ گھر میں چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہا تھا اور فیورٹ جگہ نظر آتے ہی وہاں غائب ہو گیا۔

زاویار کی واپسی تقریباً بیس منٹ بعد ہوئی لاؤنج سے موسیقی سے آواز برابر آ رہی تھی لیکن ایک نا محسوس سی خاموشی چھائی تھی۔

"ہادی جیسی بلا گھر میں ہو اور خاموشی بھی ہو ہو نہ ہو نا ممکن!! لاؤنج میں کوئی نہیں تھا۔لاؤنج کے سامنے کی بائیں جانب کچن کے ساتھ ہادی کا کمرہ تھا زاویار نے اندر جھانکا تا کہ اُسے زہر دے جس کے لیے مر جا رہا تھا اور اتنی لمبی تمہید بھاند رہا تھا۔

لیکن یہ کیا وہ تو کمرے میں بھی نہیں تھا۔ہادی! زاویار نے کچن میں جاتے آواز لگائی لیکن جواب ندارد وہ کاؤنٹر پر پیزا، بوتل اور گھر کا سودا رکھ کر واپس ہادی کو بلانے مڑنے ہی لگا تھا لیکن چینی کے جار پر نظر پڑ گئ تھی۔

زاویار نے غصے میں مٹھیاں بھینچیں۔اب یہ مکے ہادی کی کمر اور پیٹ کی زینت بننے تھے۔

اپنا کمرہ اُس کا کمرہ اور لاؤنج وہ دیکھ چکا کہیں نہیں تھا وہ۔اب بس ایک جگہ رہتی تھی۔(ہادی کی پسندیدہ جگہ وہ گھر میں ہوتا تو زیادہ تر وہیں پایا جاتا تھا)

زاویار سٹور کا دروازہ ایک جھٹکے کھولا۔ہادی اس افتدا پر دل پر ہاتھ رکھا۔"سٹور روم میں نیم اندھیرا تھا ایک بلب مدھم روشنی والا درمیان میں لٹک رہا تھا جس نے درمیان میں پڑی ٹیبل پر روشنی پھیلا رکھی تھی۔اردگرد کا منظر ابھی زیادہ واضح نہ تھا یوں لگتا تھا سامنے دیوار پر کافی کچھ لکھ کر چپکایا گیا لیکن وہ کیا تھا؟ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا۔"

سالے آرام سے مجھے مینی ہارٹ اٹک آنے والا تھا۔ہادی کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ۔۔۔زاویار نے آؤ دیکھا نہ تاؤ مکوں کی برسات شروع کر دی تھی۔

ہادی نے کوئی مزاحمت نہیں کی (وہ اس کے آنے سے پہلے ہی سنجیدہ تھا آنکھوں ویران تھیں لیکن زاویار میں توجہ اس وقت توجہ نہیں دی تھی) ایک دم زاویار سامنے ٹیبل پر پڑے باکس کو دیکھ کر چونکا۔(یہ وہی باکس تھا جو زاویار کی آفس ٹیبل پر پڑا ہوتا تھا۔زویا جب بھی آفس آتی تھی اس کی آنکھوں میں اسے جاننے کا تجسس ہوتا تھا زاویار اٹھا کر اسے گھر لے آیا تھا اور ہادی آج اتنے دونوں بعد اسے دیکھ رہا تھا)

زاویار نے ہادی کو گہری نظروں سے دیکھا' شاید اس کے چہرے پر کچھ تلاش کرنا چاہ رہا تھا۔لیکن اس کا چہرہ بے تاثر تھا وہ گہری نظروں سے باکس کو دیکھ رہا تھا۔

زاویار کے بہت اندر بہت کچھ تازہ ہوا تھا، آنکھوں کا زخمی پن واضح ہوا تھا۔

دوسری کرسی کھینچ کر اب وہ بھی ساتھ بیٹھا اس لکڑی کے باکس کو دیکھ رہا تھا۔

اس کو دیکھنے کے بعد رات یونہی گزرا کرتی تھی، کھانا کچن میں ان کا منتظر رہتا تھا۔ان کے درمیان گہری خاموشی چھایا کرتی تھی بستر پر سائیڈ مارتے صبح کا انتظار کیا جاتا تھا۔

" اور بھلا انتظار سے بھی زیادہ جان لیوا ہوئی ہے کوئی چیز کبھی؟؟؟ "

****

حویلی کہ ایک کمرے میں نیم روشنی تھی۔ہلکی ہلکی سورج کی کرنیں کمرے میں پھیلی ہوئیں تھیں۔باہر چرند پرند اللہ کی حمد و ثناہ میں مصروف تھے۔وہ اسکے دائیں بازو پر اپنا سر رکھے سو رہی تھی۔چہرے پر بلا کی پرسکونی تھی، یا شاید اسکے ساتھ کا اثر تھا۔دوسری طرف صائم اپنی ایک ٹانگ اسکے پیٹ پر رکھے۔اپنی تمام تر معصومیت سے سویا ہوا تھا۔ابان کا ایک بازو اسکے ننھے وجود کے گرد حصار باندھے

ہوئے تھا۔وہ درمیان میں لیٹا آنکھیں کھولے اس حسین منظر کو دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں اسکی کل کائنات تھے۔وہ انہی سے تو جیتا تھا۔۔۔

وہ صبح جلدی اٹھنے کا عادی تھا۔وہ ایک پریکٹیکل مرد تھا۔اصول پسندی اسکی رگ رگ میں بسی تھی۔ہر چیز میں perfectionism ابان مصطفی کی عادت تھی۔وہ اسکا سر نرمی سے تکیے پر رکھتے ، صائم کو نرمی سے خود سے دور کرتا بیڈ سے نیچے اترا، صائم کو درمیان میں لٹا کے اسکے گرد تکیوں کا حصار باندھے وہ واشروم میں فریش ہونے چلا گیا۔

آج اسکی کوئی خاص میٹنگ تھی۔جسکی وجہ سے اسے جلدی گھر سے نکلنا تھا۔تقریباً دس منٹ کے بعد وہ واشروم سے فریش ہوکر نکلا۔۔تو انوشے بیڈ پر بیٹھی اپنے بال جوڑے کی شکل میں باندھ رہی تھی۔

آپ کب اٹھیں؟

وہ نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا

جس وقت آپنے مجھے خود سے دور کیا۔وہ مسکرا کر بولی۔

سوری انوش میری وجہ سے آپکی نیند خراب ہوئی۔وہ شرمندگی سے بولا۔

ابان آپ شرمندہ مت ہوں، آپکے دور ہونے کا احساس مجھے جگادیتا ہے، اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے۔وہ آنکھوں میں محبت سموئے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ تھی۔

میں آپ سے دور ہو سکتا ہوں بلا؟اچھا انوش میرا کوئی ڈریس نکال دیں میری آج بہت اہم میٹنگ ہے وہ جلدی سے گھڑی دیکھتے ہوئے اسے بولا۔

ناشتہ تو کرتے جائیں، وہ بیڈ سے اترتی وارڈروب کی جاب بڑھتے ہوئے بولی۔

نہیں میں آلریڈی بہت لیٹ ہو چکا ہوں آفس سے کچھ نا کچھ کھالوں گا۔۔۔!وہ کچھ فائلز اپنے آفس بیگ میں ڈالتے عجلت میں بولا۔

جانتی ہوں میں کتنا کھائے گے آپ وہ سڑی ہوئی کافی ہی انڈھیلنی ہے آپ نے بس۔۔۔۔وہ اسکا بلیک تھری پیس تھامے منہ بنا کہ بولی۔

وہی سڑی ہوئی کافی میری ڈیشنگ پرسنیلٹی کا راز ہے! آپ سے زیادہ فٹ ہوں۔

وہ مسکرا کر اس سے چیڑتا اسکے ہاتھوں سے اپنا سوٹ پکڑتے تیزی سے واش روم میں گھم ہوگیا۔

ابان۔۔۔!!!!!وہ دانت پیس کر چلائی۔

مجال ہے جو یہ شخص بنا لڑے اس سے آفس جائے۔۔۔ہنہہ وہ پیر پٹختی بیڈ پر بلکل صائم کے ساتھ بیٹھ گئ۔

کچھ ہی دیر میں وہ وائٹ شرٹ کے اوپر بلیک پینٹ کوٹ زیب تن کیے اپنی تمام تر وجاہت لیے باہر نکلا۔

ماتھے پر بال بکھرے ہوئے تھے۔وہ شیشے کے سامنے کھڑا اپنے بال سنورانے میں مصروف تھا۔اور وہ اپنی پشت پر بخوبی انوش کی سخت گھوری کی تپش محسوس کر رہا تھا۔وہ مسکراہٹ دباتا۔

اپنے اوپر مہنگے پرفیوم کی خوشبو چھڑکتا خود کو مہکاتا کمرے کے ماحول کو بھی خوابناک بنا چکا تھا۔بائیں ہاتھ میں بیش قیمتی رولیکس کی گھڑی پہنے۔ہمیشہ کی طرح نظر لگ جانے کی حد تک ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

جیسے ہی وہ مڑا انوش بُرے بُرے منہ بنانے میں مصروف تھی۔

مسز ابان یہ ٹائی تو باندھ دیں۔وہ اپنی بلیو ٹائی پکڑے لب دباتے ہوئے بولا۔

مسٹر ابان خود باندھ لیں۔وہ منہ چڑا کر بولی۔

مسز میں اناڑی بندہ ہوں۔۔برائے مہربانی یہ ٹائی باندھ دے ایم آلریڈی گیٹنگ لیٹ۔وہ معصومیت سے بولا۔۔

انوش نا چاہتے ہوئے بھی مسکرادی۔کیونکہ وہ جانتی تھی ابان کا اسکو اسکی ٹائی باندھنا بے حد پسند تھا۔اور وہ اپنے چھوٹے موٹے کام انوش سے ہی کروایا کرتا تھا۔

وہ قدم قدم چلتی اسکے قریب جا کھڑی ہوئی خاموشی سے اسکے ہاتھوں سے ٹائی پکڑتی منہ کے زاویے بگاڑتی بظاہر خفگی دکھاتے اپنے دونوں پیر اوپر اٹھاتی خود کو اسکے کندھے تک لاتی اسکے کالر پر بہت مہارت سے ٹائی باندھنے لگی۔وہ مسکراہت دباتا اسکے چہرے کے ایک ایک نقوش کو محبت پاش نظروں سے دیکھنے لگا۔

وہ ٹائی باندھتے اس سے دور ہوئی۔

تھینک یو۔۔۔وہ مسکرا کر اسکا شکریہ ادا کرتا اپنا آفس بیگ اٹھانے لگا۔۔۔

یور ویلکم۔۔۔اب کی بار وہ اپنی تمام تر خفگی بھلائے اسے مسکرا کر رخصت کرنے لگی۔

وہ اسکے ماتھے پر اپنے لب رکھتا دروازے کی جانب بڑھا۔دروازے میں رک کر پلٹا۔آنکھوں میں شرارت ناچی۔لب دبا کر اسنے انوش کو پکارا۔

انوش۔۔۔!لہجہ سنجیدگی طاری کیے ہوئے تھا البتہ آنکھوں میں شرارت واضع تھی۔

جی؟ وہ اسے دیکھ کر محبت سے بولی۔

وہ میں کہہ رہا تھا۔تم پہلے سے موٹی نہیں ہو گئی؟؟؟؟وہ لب دباتا اسے زچ کر چکا تھا۔

ابان!!!! وہ چلائی تھی۔

جواب میں وہ قہقہہ لگاتا اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا چکا تھا۔

ابان مصطفی کو انوشے کی زبان سے نکلتا اپنا نام بے حد حسین لگتا تھا۔۔وہ جان بوجھ کے ایسے کام کرتا کہ وہ اسکا نام لینے پر مجبور ہو جایا کرتی تھی۔

****

ہسپتال کی راہداریوں میں ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آرہی تھی۔بلیک شرٹ کے نیچے بلیو جینز پہنے اوپر اپنا اوورآل پہنے بالوں کو پونی میں قید کیے، کندھے پر اپنا بیگ لٹکائے وہ دوڑتی چلی جا رہی تھی۔اور عین ڈاکٹر زاویار احمد کہ آفس کے آگے اسکی بریک لگی۔(یہ منظر دیکھ کے نا تو کوئی نرس حیران ہوئی تھی اور نہ ہی وہاں کام کرتے ملازم کیونکہ ڈاکٹر زویا فیصل کا یہ روز کا تھا)۔

جاوں کہ نا جاوں؟ جلاد اندر ہی ہو گا۔۔اور غصے سے دائیں بائیں پھر رہا ہو گا۔۔ٹیبل پر اسکی پڑی بلیک کافی ٹھنڈی ہو چکی ہو گی، اور بادی اسے کول ڈاون کر رہا ہو گا۔

وہ دروازے کے باہر کھڑے پہلے سے اندر کہ حالات فرض کر رہی تھی۔

دیکھ زاویار آج نہیں۔۔!زاویار غصے سے دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں چکر پر چکر لگا رہا تھا۔

کب سیریس ہو گی تمہاری دوست؟؟؟؟ بادی آخر کب !!!!وہ غصے سے ٹیبل پر پڑی اپنی ٹھنڈی کافی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

واہ بیٹا واہ۔۔۔جب وہ کام بگاڑے تو میری دوست ، جب وہ کام سدھارے تو بڑے فخر سے کہا جاتا ہے۔

شاگرد کس کی ہوئی ڈاکٹر زاویار احمد کی۔۔۔ھادی نے ہاتھ جھلا جھلا کر بولا۔

دیکھ ہادی میں اس وقت غصے میں ہوں۔

کب نہیں ہوتا تو؟

ہادی ابراھیم میں غصے میں ہوں۔

زاویار احمد تو کب نہیں ہوتا ؟

ہادی میں غصے میں ہوں۔۔۔

ہاں تو ناچوں تو غصے میں ہے؟ وہ اکتایا تھا۔

ہادییییییی

زاویارررررر

ٹھک ٹھک۔۔۔اور یہ ہوئی تھی درواے پہ دستک۔

کم اِن۔۔۔شدید غصے میں کہا گیا تھا۔

****

وہ جیسے ہی آفس میں داخل ہوا مینجر دوڑتے ہوئے اسکے قریب آیا۔جو یقیناً نیو ہائیر کیا گیا تھا۔

سر دلاور صاحب آپکا میٹنگ روم میں ویٹ کر رہے ہیں۔

کتنی دیر سے ویٹ کر رہے ہیں؟ وہ گھڑی پر سر سری نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے۔مینجر نہایت مودب انداز میں بولا۔

ٹھیک پچاس منٹ بعد مجھے میرے آفس سے بلانے آجانا۔وہ یہ کہہ کے آگے بڑھ گیا جب مینجر نے پیچھے سے آواز دی۔

لیکن سر وہ دلاور صاحب ؟

میں ایک بات بار بار دہرانے کا قائل نہیں ہوں! پچاس منٹ کا مطلب پچاس منٹ !!!میٹنگ پچاس منٹ بعد شروع ہوگی ڈیٹس آل ،ویٹ کرسکتے ہیں تو ٹھیک نہیں تو ابان مصطفی کے پاس آپشنز کی کمی نہیں ڈڈ یو گیٹ ڈیٹ؟وہ اس کو باور کرواتا اپنے آفس کی جانب چل دیا۔

دوسری طرف دلاور خان میٹنگ روم میں بیٹھا قدرے اکتا کر بار بار اپنے دائیں ہاتھ پہ بندھی ہوئی ورسٹ واچ پر نظر دوڑا رہا تھا۔

کیا مصیبت ہے۔وہ اپنی کرسی دھکیلتے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

مینجر۔۔۔۔مینجر۔۔۔۔۔۔اسکی آواز غصے سے تیز ہونے لگی۔

مینجر دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔۔۔

یس سر؟

کہاں ہے تمہارا باس؟ بہت سنا تھا تمہارے باس کہ بارے میں کہ وقت کا بہت پابند ہے۔آج دیکھ بھی لیا کتنا وقت کا پابند ہے۔میں یہاں پچھلے ایک گھنٹے سے اسکا انتظار کر رہا ہوں۔

سر! وہ سر تو آدھے گھنٹے پہلے ہی آفس آچکے ہیں۔ٹھیک بیس منٹ بعد وہ یہاں ہوں گے۔مینجر نے ابان کا حکم اس تک پہنچایا۔

میں کیا تمہارے سر کا ملازم ہوں جو یہاں بیٹھے اسکا انتظار کروں؟۔وہ دھاڑا تھا۔۔

ایکسکیوز می سر۔۔۔سر ابان نے کہا تھا اگر آپ انتظار کر سکتے ہیں تو ٹھیک نہیں تو انکے پاس آپشنز کی کمی نہیں۔۔

مینجز کی بات پر دلاور خان ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

ٹھیک ہے تم جاو۔۔۔اسنے ایک ہاتھ سے جھلا کر مینجر کو دفعہ ہوجانے کا اشارہ کیا۔

وہ خاموشی سے میٹنگ روم سے باہر آگیا۔

دوسری طرف ابان مصطفی اپنے آفس میں بیٹھا کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے سکون سے آنکھیں موندھے ہوئے تھا۔

وہ لاشعوری طور پر مینجر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ٹھیک بیس منٹ بعد دروازے پہ دستک ہوئی۔

سر مے آئی کم ان؟؟؟

یس کم ان۔۔۔۔!اندر سے ابان کی بھاری آواز آئی تھی۔

سر میٹنگ کا ٹائم ہوچکا ہے۔وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا

ٹھیک ہے تم جاو میں آتا ہوں۔۔۔۔وہ کرسی سے اٹھتا اپنا موبائل پکڑتے اپنے آفس سے باہر نکلا۔

میٹنگ روم کا دروازہ کھولتے ہی اسکی نظر زخمی دلاور پر پڑی جس کے ماتھے پر چوٹ کہ نشانات واضع دکھائی دے رہے تھے اور وہ بے چینی سے اپنی بائیں ٹانگ ہلا رہا تھا۔

Welcome to Mustufa industries Dilawar Khan!!!! Hope you didn't have to wait long.

(مصطفی انڈسٹریز میں خوش آمدید دلاور خان امید ہے آپکو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔) پر کشش چہرے پر دل جلادینے والی مسکراہٹ رینگی تھی۔

اسلام ُعلیکم ! بہت شکریہ بلکل انتظار نہیں کرنا پڑھا آپ خاصے وقت کہ پابند ہیں۔ مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے وہ طنز سے باز نہ آیا۔

وعلیکمُ سلام! مقابل بھی دشمن کی ہر چال سے واقف تھا وہ اسکی دوسری بات کو اگنور کرتا قدرے مسکرا کر ہاتھ ملائے بغیر بولا۔

دلاور کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔وہ منہ کھولے اپنے سامنے کھڑے مغرور شخص کو دیکھ رہا تھا۔

Have a seat...!

وہ سربراہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔پورے میٹنگ روم میں صرف وہی دو لوگ موجود تھے۔

وہ اپنا ہاتھ پیچھے کرتا اسکے دائیں جانب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

آپکے ماتھے پر یہ چوٹ کا نشان کیسے آیا؟ وہ اسکے چہرے پر نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔

کچھ نہیں بس گر گیا تھا۔۔۔

وہ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتا خود کو جلدی سے کمپوز کرکے بولا۔

دھیان سے چلا کرو دلاور خان، ضروری نہیں ہر بار تمہارا بلکل تھوڑا سا نقصان ہو، محتاط رہنا کیا پتا اگلی بار گرنے پر زیادہ گہری چوٹ لگ جائے۔۔۔"وہ جس انداز سے بولا تھا پل بھر کے لیے دلاور خان کو اپنی آنکھوں کے پردوں پر کسی کا ماسکس سے ڈھکا ہوا چہرہ لہرایا۔۔۔کچھ تھا۔۔۔جو بہت کامن تھا۔۔۔ان دونوں میں۔۔۔وہ ابان کو سر سے پیر تک گھورنے لگا۔

!!!Now come to the point

ابان اسکی گھوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

وہ اپنا سر جھٹکتے سیدھا ہو بیٹھا۔

ابان صاحب! نیوز میں، ٹیلی وژن پہ ، اخبارات پہ مصطفی انڈسٹریز کی قابلیت اور اس کمپنی کی بے شمار کامیابیوں کے بارے میں بہت سن رکھا ہے۔۔وہ سانس لینے کہ لیے چند سیکنڈ رکا

ابان نے سر کو خم دیتے۔اسے اپنی بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

اس قابلیت کئ بنا پر میں آپکی کمپنی کے کچھ شئیرز خریدنا چاہتا ہوں۔

کتنے پرسنٹ شئیرز خریدنا چاہتے ہو خان؟؟؟وہ کرسی سے پشت ٹکائے دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

بیس پرسینٹ۔۔۔وہ بنا تامل بولا۔

million per share 1

اطمینان سے کہتا وہ اگلے کا اطمینان غرق کر چکا تھا۔

?What ????are you out of your mind

وہ چلایا تھا۔

Keep your voice low. This is my place, not yours. Don't cross your line,

!Khan

وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتے ہوئے بولا اور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

اور ہاں۔میں اپنی بات سے ایک اِنچ نہیں ہلوں گا۔یہ کمپنی یہ معیار زندگی منٹوں میں ہی اس مقام تک نہیں پہنچا اس پر سالوں کی محنت کی گئ ہے۔اور ہاں ابان مصطفی اونچے لہجوں کا عادی نہیں۔جب زہن راضی ہوجائے تو اس نمبر پر کال کر کے انفارم کردینا۔

وہ ہقا بقا کھڑا اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

اور ہاں۔۔۔وہ مڑا یہ نمبر میرا نہیں میرے مینجر کا ہے اتنے چھوٹے موٹے کام وہ ہی ڈیل کرتا ہے۔وہ اپنے کوٹ کو ایک جھٹکا دیتے یہ کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔دلاور وہی کھڑا اپنے لب بھینچ کر رہ گیا تھا۔اور غصے سے اپنی چیزیں اٹھاتا ٹیبل پر اسکا رکھا ہوا کارڈ اٹھاتے وہاں سے نکل گیا۔

ابان مصطفی ایک لمبے عرصے سے اس موقع کی تلاش میں تھا۔دشمن خود چل کر اسکے قریب آیا تھا۔اور وہ اتنی آسانی سے ماننے والوں میں سے نہ تھا۔

****

دلاور شاہ اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا آنکھیں ضبط سے لال انگارا ہو رہیں تھی۔

میرے لوگ دن بادن نکمے ہوتے ب

جا رہے ہیں۔۔۔وہ ساتھ ساتھ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

ملازم سر جھکائے کھڑا آج کی ساری روداد سنا چکا تھا۔دلاور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سامنے کھڑے ملازم کے سینے میں گولیاں اتار دے۔

آخر کس نے تم لوگوں کو بولا تھا اس بلبل کو میرے اڈے پر لے کر جاؤ(گالی) کا نتیجا دیکھ نہیں چکے تم لوگ؟؟ جب تم لوگوں کو پتا کہ وہ پراسرار آنکھوں والا میری ہر چال پر نظر رکھے ہوئے ہے تو یہ غلطی کیوں کی؟؟؟ سامنے کھڑے شخص کو گریبان سے پکڑا اور غصے سے دھاڑا۔

وہ۔۔۔و۔۔۔وہ سر آپ کو اتنی مرتبہ کال کی لیکن آپ نے سننے سے انکار کر دیا تھا۔

ہاں تو تم لوگ اپنی عقل کا استعمال نہیں کر سکتے اب کے اس کی کن پٹی پر شہادت سے انگلی کو زور سے دبایا تھا اور ایک جھٹکے سے گریبان چھوڑا تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرتے گرتے بچا۔

دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے،ورنہ مارے جاؤ گے دلاور نے

کھلے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔

وہ پھرتی دیکھاتا باہر کو لپکا اوردروازہ بند ہو گیا۔

ایک کام دیا وہ بھی ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔۔کام ناکاج کے دشمن اناج کے بڑبڑاتے ہوئے اس نے کال ملائی اور کان سے فون لگایا ہاں کب تک سپلائی جاری کر رہے ہو،اب مجھے پیسے کی اشد ضرورت ہے۔۔بڑی مشکل سے لمبا ہاتھ مارا۔ساتھ ہی ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

ہاں ہاں وہی ابان مصطفی۔۔۔۔اففففف کتے کی دم کی طرح ٹیڑھا ہے(آبان کا میٹنگ والا رویہ یاد کرتے بولا)پر دلاور نے بھی اس جیسے ہزاروں کو پھنسایا یہ کیا چیز ہے۔کل کا بچہ ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔فون کان سے لگائے راگنگ چیر پر مزے سے ٹیک لگائے ہنسا تھا۔

دوسری جانب سے بولتا سپلائی کے بارے میں ضروری ہدایت دے رہا تھا جیسے اب وہ غور سے سن رہا تھا۔

"اس بات سے بے خبر تھا کہ کل کا بچہ آج سے اِسے تگنی کا ناچ نچانے والا تھا"
یہ بے خبری بھی کبھی کبار بہت بڑا غداب لے آتی ہے اور پھر بہت سے کفارے ادا کرنے پڑتے ہیں۔
اتنے سال گزر جانے کے بعد وہ دن جس کا پل پل انتظار کیا گیا تھا وہ اب دور نہیں تھے۔

****

دروازہ کھلتے ہی ڈاکٹر زویا فیصل دانت نکالتی اندر داخل ہوئی۔اس نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی اور پھر ٹیبل پر رکھی اسکی ٹھنڈی کافی پہ۔
(جلاد کہیں گا) وہ دل میں بڑبڑائی۔
(زویا اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو)ہادی بھی اسے دیکھتا دل ہی دل میں بڑبڑایا۔
(دانت تو ایسے نکال رہی ہیں جیسے خود کا ہسپتال ہو) وہ جل کہ بڑبڑایا۔
"زویا۔۔۔زاویار نے خفگی سے اسے دیکھتے کہنا شروع کیا جب زویا نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا۔
زویا فیصل آپ کو ٹائم کا اندازہ بھی ہے آپ پورے ڈھائی گھنٹہ لیٹ ہیں۔۔ایک نمبر کی کیئر لیس لڑکی ہیں ،وقت کی نا قدری کرنا کوئی آپ سے سیکھیں آپ کو اپنی ڈیوٹی کا احساس بھی ہے۔؟ وہ صوفے پر بیٹھتی ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے ہوئے بولی۔

ہادی دنگ کھڑا اسکا یہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

جبکہ زاویار کہ بدن میں کاٹو تو لہو نہیں والا حساب تھا۔

یہی کہنا چاہتے ہیں نہ آپ ڈاکٹر زاویار احمد؟؟؟؟اندر سے اسکا نازک دل اچھل کے باہر کو آنے تھا۔

آپ نے ٹائم دیکھا ہے؟؟؟؟؟ وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے خفگی سے بولا۔

نہیں ہر ابھی دیکھ لیتے ہیں۔

دس بج کر پچپن منٹ۔۔وہ بے نیازی سے بولی۔(افففف تھینک یو سو مچ بلاسٹرز ۹۶۔۔۔ابھی رات میں ہی تو اس نے سلامت رہے دوستانہ ہمارا پڑھا تھا۔۔اور یہ ٹائم والی ترکیب بھی انہی کی آزمائی ہوئی تھی)۔

ہادی کا بس نہیں چل رہا تھا وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔

واہ واہ زویا کمال کردیا۔۔وہ دل ہی دل میں اسکو داد دیے بنا نہ رہ سکا۔

زویا۔۔۔حد کرتی ہیں آپ۔۔۔زاویار بے بسی سے یہی کہہ سکا تھا۔۔۔

ڈاکٹر ہادی ابراھیم۔۔۔ڈاکٹر زویا فیصل۔۔۔دو منٹ کہ اندر اندر آپ دونوں مجھے کیفے میں ملیں ارجنٹ۔۔وہ ان دونوں کو گھورتا خود بڑبڑاتا ہوا آفس سے نکل چکا تھا۔

واہ۔۔واہ زویا۔۔۔آج تو آپ نے شیر کو چاروں شانے چت کردیا۔۔ھادی تالیاں بجاتے اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔

ایک بات بتاوں ہادی؟ وہ معصومیت سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کہ بولی۔

افف اسکا ہادی کہنے کا یہ انداز۔۔۔ہادی ٹھہر گیا تھا، اسنے مکینکی انداز میں سرہلایا۔

اندر سے میرا دل باہر آنے کو تھا، کہ کہیں ڈاکٹر زاویار میرے سر میں کچھ دے ہی نا ماریں۔۔۔وہ منہ بناتے ہوئے اسے کہہ رہی تھی۔

جبکہ ہادی وہ ابھی تک وہی ٹھہرا ہوا تھا۔۔۔ساکت۔۔۔

ہادی چلیں؟؟؟؟ یہی نا ہو جلاد پھر سے یہی آجائیں۔

ہاں ؟ وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

چلیں؟

ہاں ہاں چلو۔۔۔وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔

(ایک سو ایک دفعہ لعنت تم پہ ہادی ابراھیم)۔۔۔وہ بڑبڑاتا ہوا اسکے ساتھ کیفے کو لپکا۔

کون ہوسکتا ہے آخر کون؟کون ہسپتال میں جالی دوائیاں سپلائی کروا رہا ہے۔۔۔کیفے میں بیٹھا زاویار آج پہلے سے بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔۔۔

(اس کہ آفس میں کیمرے لگے تھے وہ یہ بات ھادی اور زویا سے وہاں نہیں کرسکتا تھا۔)

زویا"۔۔۔۔۔۔۔

زویا جو ہسپتال کی راہداری میں ہادی کے آگے چل رہی تھی، اسکے بلانے پر رکی اور پھر مُڑ کے ہادی کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی ڈاکٹر ہادی؟۔"وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ جائے میں کچھ دیر تک آتا ہوں" اس سے پہلے وہ کچھ کہتی ہادی مُڑ چکا تھا۔

"اِنہیں کیا ہوا ہے" وہ ناسمجھی سے کندھے اُچکاتی کیفے کی جانب چل دی۔

کیفے پُہنچ کر وہ اپنی نظریں اِدھر اُدھر دوڑانے لگی، بلآخر اسے وہ ایک ٹیبل پر بیٹھا لیپ ٹاپ پے کام کرتے ہوئے دکھائی دیا۔"ماتھے پر بل ڈالے وہ بے حد سنجیدگی سے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔"

"کھڑوس" اسے دیکھتے ہی وہ بڑبڑائی تھی۔

"لیپ ٹاپ کو تو ایسے گھور رہے ہیں ،جیسے اُسے سالم ہی نگل جانا چاہتے ہوں، اُف یہ بندہ کبھی مسکرایا بھی ہوگا؟ "وہ وہیں کھڑی خود سے محو گفتگو تھی۔۔۔

"اچانک زاویار کی نظر دور کھڑی زویا پر پڑی جو اسے ہی دیکھتے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی چلی جارہی تھی۔اُسنے اِیک ابرواُچکا کراسے دیکھا، اور اپنی ایک انگلی اٹھا کر سر کے قریب لے کر گیا اور اسے گول گول گُھمانے لگا۔"

جیسے کہہ رہا ہو "آپ پاگل ہوگئیں ہیں؟"

"اسکے ایسا کرنے پر زویا نے اسے گھور کے دیکھا اور دل ہی دل میں اُسے کوستی وہ اسکے سر پہ پہنچ چکی تھی۔"

"ڈاکٹر زاویار" آپکا مسئلہ کیا ہے؟وہ اسکے سر پر کھڑی قدرے اُونچی آواز میں گویا ہوئی۔

"مس زویا فیصل مسئلہ میرے ساتھ نہیں آپ کے ساتھ ہے"وہ لیپ ٹاپ پر سنجیدگی سے ٹائپنگ کرتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھے پاگل کہہ رہے تھے؟"وہ اپنی بات پر زور دے کہ بولی۔

"پاگل کو پاگل کہنے میں کوئی خرج ہے کیا؟"وہ کرسی پیچھے دھکیلتا اپنے دونوں بازو سینے پر فولڈ کیے اِطمینان سے اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔

ہااااا۔۔۔۔اتنی بے عزتی پر زویا کا منہ ہی تو کُھل چکا تھا۔

"منہ تو بند کریں مس زویا مکھی چلی جائے گی، "وہ جو چند پل پہلے بے حد سنجیدہ تھا، اب زویا کے ایسے ایکسپریشنز دیکھ کر اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے تھا۔

"اسکی بات پر زویا نے فوراً اپنا منہ بند کیا اور اپنی دونوں آنکھیں گھماتی اسے گھور کے دیکھنے لگی۔"

"کیا بہت پیارا لگ رہا ہوں؟"اسکے ایسے گھورنے پر زاویار نے اپنی مسکراہٹ بمشکل روکی ہوئی تھی۔

"نہیں !!!"بہت زہر لگ رہے ہیں، وہ ناک چڑھا کر بولی۔

(اور ساتھ ہی ایک ہاتھ سے کرسی پیچھے دھکیلتے اسکے برابر بیٹھ گئ۔)

"شکریہ۔۔"وہ مسکرا کر کہتا اُسے زہر لگا تھا۔

قسم سے بہت زہر لگ رہی ہے آپ کے چہرے پر یہ "مسکراہٹ" وہ جل کر گویا ہوئی۔

(وہ کچھ دیر پہلے کھڑی سوچ رہی تھی کے یہ بندہ زندگی میں کبھی مسکرایا بھی ہو گا یا نہیں؟۔۔۔۔اب اپنے خیالات پر لعنت بھیجتی وہ اسے گھور رہی تھی)۔

میں سنجیدہ ہوں تو آپ کو مسئلہ ہے،میں ہنسوں تو آپ کو مسئلہ ہے، آخر آپ کا مسئلہ کیا ہے؟وہ بھی محفوظ ہوتے بولا۔۔

"آپ "وہ یک لفظی بولی۔

"زویا۔۔۔"

ڈاکٹر زاویار آپ نے مجھے اور ڈاکٹر ہادی کو یہاں کس سلسلے میں بلایا تھا۔؟وہ اسے نظرانداز کرتی اصل مُدعے پر آئی۔

"اسکی بات پے زاویار فوراً سنجیدہ ہوا تھا۔اسنے ان دونوں کو کسی اہم سلسلے میں یہاں بلایا تھا۔۔۔"

ہادی کہا ہے؟ وہ سنجیدگی سے بولا۔

"پتہ نہیں مجھے کہہ رہے تھے، آپ جائے میں آتا ہوں۔"زویا نے وضاحت دی۔

"اس گدھے کو آنے دیں پھر اس سلسلے میں بات کا آغاز کرتے ہیں"وہ بے چینی سے گویا ہوا۔

"دوسری طرف وہ اپنا فون آفس میں بھول چکا تھا۔اب وہ راہداری سے گزرتے کیفے کی جانب جاہی رہا تھا۔۔جب پیچھے سے ایک نرس نے اسے پکارا۔"

"ڈاکٹر ہادی۔رکیے پلیز"۔۔۔۔پیچھے سے ایک نرس بھاگتی ہوئی آئی۔

جی؟مس زینب ، وہ پروفیشنل انداز میں گویا ہوا

سر یہ کچھ فائلز ہیں اِنہیں۔۔۔!سائن کردیں۔"فائلز ہاتھ میں تھامے وہ مسکرا کے بولی۔

لائیے۔۔۔!اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

وہ اسے فائلز تھماتی اسکے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز کرچکی تھی۔

اور وہ بے حد سنجیدگی سے ایک ایک ڈاکومینٹ پر اپنا قلم دہراتا جارہا تھا۔"سائن کرنے کے بعد وہ اسے فائل تھماتے ، ایک بھی لفظ کہے یا سنے بغیر مڑچکا تھا۔

"اور پیچھے کھڑی نرس فائل تھامنے کے ساتھ ساتھ اپنا دل بھی تھام کے رہ گئی تھی۔"

"ہادی ابراھیم کی لُکس اور سنجیدہ طرزبیان پر ہسپتال کا سارا فی میل اسٹاف اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔وہ ہادی تھا بے حد پر کشش آنکھوں والا شہزادہ، اکثر ہسپتال کا سارا فی میل اسٹاف اس سے بات کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتا تھا۔لیکن وہ کسی کو بھی حدود پار کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔"

"استغفراللہ استغفراللہ "وہ مسلسل استغفار پڑھتے ہوئے کیفے میں داخل ہوا۔۔اور انکے قریب جا کے زویا کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔"

"استغفراللہ"۔۔۔۔وہ پھر سے بڑبڑایا۔

"تجھے کیا ہوا ہے۔۔!؟"زاویار اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

زویا بھی نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کتنا عجیب فی میل اسٹاف رکھا ہوا ہے تو نے ، ایسے گھورتی ہیں جیسے میں انکا قرض دار ہوں انکی بھینسیں چُرا کے بھاگا ہوا ہوں!"۔۔توبہ توبہ "وہ تو باقاعدہ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کو لگاتے ہوئے بولا۔

"ہادی۔"زویا نے غصے سے اسے پکارا۔

زاویار کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے تو ہادی۔۔۔بہت زیادہ عجیب فی میل اسٹاف ہائیر کر رکھا ہے میں نے !!!!زاویار زویا کی طرف دیکھتے مزے سے بولا۔"

وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

اووو۔۔!ہادی نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔۔۔

اچھا اچھا بس بس۔۔!!!!پھر سے مت شروع ہو جانا دونوں۔۔!کام کی بات پر آو۔۔ہادی دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے بولا۔

"دراصل میں پچھلے دو ہفتوں سے ہسپتال میں بہت کچھ نوٹس کر رہا ہوں۔"زاویار بے حد سنجیدگی سے بولا۔

مثلاً؟ ہادی غور سے اسے سنتے ہوئے بولا۔

"ہسپتال کی ساری ادویات جالی اِمپورٹ ہو رہی ہیں، میڈیسنز، انجیکشنز، آکسیجن سلنڈرز، خطہ کے ڈرپس بھی۔!جن ادویات سے پیشنٹس تین دن میں ریکوری کر رہے تھے، اب وہی ادویات ہفتے بعد بھی اپنا اثر دکھانا چھوڑ چکی ہیں۔۔!"زاویار پریشانی سے گویا ہوا۔

"ڈاکٹر زاویار کیا آپ نے ان سب کی بذاتِ خود تصدیق کی ہے۔؟"وہ پریشانی سے بولی۔

"پچھلے ایک ہفتے سے میں ہر ایک چیز کی خود تصدیق کر رہا تھا۔پہلے شک تھا، اور پھر آہستہ آہستہ میرا یہ شک یقین میں بدلتا گیا۔"اسکی سنجیدگی سے بھرپور آواز گونجی۔

زاویار۔۔!پچھلے تمام مہینوں میں جتنی بھی ادویات اِمپورٹ ہوئی ہیں انکی ڈیٹیلز نکلوا۔۔!پھر ہی ہم کسی نقطے پر پہنچ سکے گیں۔۔۔ہادی کی پُرسوچ نگاہیں زاویار کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔"جواب میں اسنے سر ہلایا۔۔۔۔"

ٹینشن نہ لیں۔ہم تینوں مل کے یہ مسئلہ حل کر لیں گے۔زویا نے دونوں کو تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"انشااللہ"وہ ہم آواز بولے۔"ان تینوں کے چہرے پر پریشانی صاف واضح تھی۔۔۔

****

میٹنگ کے بعد اسے دیر رات تک آفس میں بیٹھ کے کچھ فائلز سائن کرنی پڑ گئیں تھیں، جس کی وجہ سے اسے آفس سے نکلتے نکلتے تقریباً بارہ بج چکے تھے، وہ دبے قدموں کمرے میں داخل ہوا ،کمرے میں زیرو کا بلب روشن تھا، وہ احتیاط سے قدم اٹھاتا بیڈ کے قریب آیا۔جہاں وہ دونوں اپنی تمام تر معصومیت لیے خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے، انہیں دیکھتے ہی اسے اپنی ساری تھکن اڑتی ہوئی محسوس ہوئی، اسنے جھک کے صائم کے دونوں گال پیار سے چومے، اور ایک مسکراتی نظر انوش پر ڈالتا وہ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا فریش ہونے چلا گیا، تقریباً پانچ منٹ بعد سفید شلوار قمیض پہنے باہر نکلا، آہستگی سے قدم اٹھاتے اسنے وارڈ روب کھولی ، اور اپنی سفید ٹوپی نکالتے، جائے نماز تھامے، احتیاط سے وارڈروب بند کرتے، وہ ایک کمرے کے ایک مخصوص کارنر پے "جائے نماز" بچھاتے نیت باندھ چکا تھا،

"وہ ہر روز رات کو اسی طرح خاموشی میں تہجد ادا کیا کرتا تھا۔"

اتنا بڑا بزنس مین، جس کے غصے کے آگے کوئی ورکر نہ ٹھہرتا تھا، وہ رات میں اپنے رب کے آگے ایک حقیر سا بندہ معلوم ہوتا تھا، بلکل خالی ہاتھ اسکے در پے آتا تھا، ہر روز کچھ مانگنے، ہر روز کوئی نئ فریاد لے کر ، اسکا رحم مانگنے، اور بے شک اللہ سب سے بڑا ہے۔

"اس کے آگے بڑے سے بڑے بزنس مین بھی ایک چیونٹی کے برابر ہیں" اسکا کوئی شریک نہیں ، وہ اکیلا ہے، اس کائنات کی ہر شے اسکے قبصہ قدرت میں ہے"

سلام پھیرتے ہی اسنے اپنے ہاتھ دعا کی صورت میں اللہ کی بارگاہ میں اٹھائے تھے۔دعا مانگنے کے بعد وہ اُٹھ کھڑا ہوا جائے نماز تہہ کرتے۔اسنے سائیڈ ٹیبل پر رکھی، اور اپنا موبائل اٹھاتے، ائیرپوڈز کانوں میں لگاتے، وہ اپنی سب سے فیورٹ نعت لگا چکا تھا۔

"تیرا ہو جاؤں اِتنی آرزو ہے"۔۔۔۔جنید جمشید کی خوبصورت آواز اسکے کانوں میں گونج رہی تھی، اسنے اس لائن پر نعت سٹاپ کی۔اور سکون سے آنکھیں موندھے وہ زیر لب بولنا شروع ہوا۔

"تیرا ہو جاؤں اِتنی آرزو ہے۔"

"میرے اللہ ہم انسان چند دن بقائدگی سے نماز پڑھ کے یہ کیوں سوچنے لگ جاتے ہیں، کہ ہم اس دنیا کے نیک ترین انسان ہیں، ہم تیرے ہوگئے ہیں، ہم نے تیری رضا حاصل کرلی ہے، جبکہ ہم کئ کئ دن تیرے در پر حاضری نہیں دیتے، ہم اپنے کاموں کو نماز پر ترجیح دیتے ہیں، کیا ایسی ہوتی ہے تیری آرزو؟"

"یہاں آرزو سے مراد ہے "

"تیرا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے"

"مطلب اللہ میں چاہتا ہوں، مجھے بس تیری آرزو رہے، دن رات صبح شام ہر وقت میری زبان پر تیرا ذکر رہے، تیرے سوا مجھے کچھ دکھائی نا دے، میں چاہتا ہو اللہ میں ایسا انسان بن جاؤں جس کا گزارہ نماز کے بغیر ناممکن ہو جائے، جس کی پہلی ترجیح تو ہو، تیری رضا ہو ، مجھے بس تیری آرزو رہے۔"

اسنے دوبارہ سے نعت پلے کردی۔

"میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے۔۔۔"

اور وہ زیر لب بے حد سکون سے دہراتا جارہا تھا۔۔۔"اسے اس نعت سے ایک عجیب سی اِنسیت سی محسوس ہوتی تھی وہ جب بھی اسے سنتا تھا تو خود کو حقیر سمجھتا تھا، اور دوبارہ سے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا لیتا تھا۔

" اور کہا جاتا ہے۔علم کی محفل میں ہمیشہ خالی ہاتھ آو، اگر سب کچھ پہلے سے معلوم ہونے کا دعویٰ کروگے ، تو سیکھو گے کیا خاک؟"

ابان مصطفی نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا۔صرف ایک ذات کے۔

"جو ہاتھ اللہ کے آگے پھیلائے جائے، بھلا وہ ہاتھ کس طرح کسی دوسرے کے آگے "پھیل"سکتے ہیں۔!!!"

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

وہ اپنے سامنے نوڈلز کا باؤل رکھے ، مزے سے نوڈلز کھانے میں مصروف تھا،اور بہت تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آلے میں سے آتی شخصیت کے ایک ایک سوال کا جواب دے رہا تھا۔

"اس سے بات کرتے تمہارے منہ سے شہد ٹپک رہی تھی، (یہ آلہ رکھ لے ،بس ایک بار ھیلر کہنا بندہ حاضر) ،

کیوں جی وہ" آلہ"۔۔۔۔"الہٰ دین کا چراغ "ہے؟ جسے رگڑنے سے ھیلر جیسی بلا فوراً حاضر ہوجائے گی؟؟؟ مس ایل دانت کچکچا کر بولیں۔

"مس ایل آپ جیلس ہورہی ہیں، وہ بمشکل ہنسی روکتا ، گرما گرم نوڈلز اپنے اندر انڈھیلتے ہوئے بولا۔۔"

"دیکھے اگر بات صرف اُسے آفر کرنے کی ہے، تو چلیں یہ آفر میں آپکو بھی کردیتا ہوں۔۔۔مس ایل آپ بس ایک بار "ھیلر" بولیے گا اور یہ بندہ ناچیز آپکی خدمت میں حاضر۔۔۔"مقابل کو زچ کرتے۔وہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"تف ہے تم پے ھیلر تف ہے، تم سے بات کرنے سے اچھا ہے میں اپنا سر کسی دیوار میں دے ماروں۔۔۔"وہ اسکی باتوں سے مکمل زچ ہوچکی تھیں۔

"شوق سے ماریں، لیکن مارنے سے پہلے ایک بار دیوار چیک کرلیجیے گا کہ وہ مضبوط بھی ہے یا نہیں تاکہ ایک ہی بار سر مارنے سے آپکا کام تمام ہوجائے بار بار سر ماریں گی تو آپکو تکلیف ہوگی اور آپ جانتی ہیں نا مس ایل میں آپکو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔"وہ محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

ھیلر۔۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولی۔۔۔۔

مس ایل میں جانتا ہوں میرا نام "ھیلر " ہے آپ میرے نام سے اِتنی آبسیسڈ "obsessed" کیوں رہتی ہیں ؟مقابل اب بھی باز نہ آیا تھا۔

"بھاڑ میں جاؤ مجھے تم جیسے فالتو انسان سے بات ہی نہیں کرنی۔۔۔۔"وہ غصے میں کہتی فون کاٹنے ہی والی تھیں جب وہ فوراً بولا۔

اوکے اوکے سوری۔۔۔!!!!

ہنہہ کہہ کے ناراضگی کا اظہار کیا گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ کو اُس لڑکی کی فکر ہے ٹینشن نا لیں اُسے میں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔"وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

الو کا پٹھا۔۔۔جواباً وہ غرائی

اب کیوں چیخ رہی ہیں؟ وہ بھی قدرے جھنجھلا کر بولا۔۔۔۔

"وہ لڑکی میرے مامے کی تی ہے؟ "جو مجھے اُسکی فکر کھائے جا رہی ہے۔۔۔وہ زچ ہو چکیں تھی۔

تو پھر؟؟؟۔۔۔۔۔۔

"ھیلر مجھے تمہاری فکر ہے۔۔۔ تم خود کو ہر بار خطرے میں ڈالنے سے باز نہیں آو گے؟؟؟؟؟"وہ بے حد پریشانی سے بولیں۔۔۔

میں کون ہوں؟ آپکے ماموں کا "پُتر"۔۔۔۔ مقابل نے قسم کھائی تھی اگلے کو باتوں کی مار مارنے کی۔

"اُنہیں اسکی فکر کھائے جا رہی تھی، اور وہ مر کے بھی انہیں کوئی تسلی نہیں دینا چاہتا تھا، کیونکہ بعض اوقات آپ اپنے ہی قول سے بری طرح مار کھاتے ہیں"

مس ایل کم آن۔۔۔ مشن پے فوکس کریں۔۔۔!

اس سے پہلے وہ پھر سے اُسے بھاڑ میں بھیجتیں وہ فوراً سے بول اٹھا۔

"تمہیں پتا ہے؟ تم اس دنیا کے احمق ترین انسان ہو"۔۔۔وہ دانت پیس کے بولی۔

"تعریف کے لیے شکریہ،" اب کہ وہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"دلاور خان کو کہاں مات دینی ہے؟؟؟" اب کہ مس ایل کی سنجیدگی سے بھرپور آواز آلے میں گونجی۔

" جہاں اسکی سوچ بھی نہ پہنچ سکے" اسے وہاں مات دوں گا۔"اسکی آواز میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔

ھیلر اب ہمیں زیادہ محتاط رہنا ہوگا، دلاور نے اپنی تمام سیکیورٹی ٹیم دوگناہ بڑھا لی ہے، وہ پہلے سے بہت زیادہ محتاط ہے، اسنے ہر جگہ سی سی ٹی کیمراز میں بھی اضافہ کردیا ہے۔۔۔اور اس بار جہاں وہ لڑکیوں کو رکھے ہوئے ہے، وہاں پہ وہ تین سیکیورٹی فورسس تائنات کرچکا ہے۔۔اس بار سب اتنا آسان نہیں ہے۔"

"بزدل۔۔۔"اسکے لیے اسے صرف ایک ہی لقب مناسب لگا۔"

وہ جتنی چاہے سکیورٹی فورسس بڑھا لے، "آخر ایک بھیڑیے کے آگے ایک گیڈر کب تک ٹک کے رہے گا؟"اسکی آواز میں ایسی تپش تھی، کے مس ایل بھی جھرجھری لے کر رہ گئیں۔

میری مانو ھیلر، تو ہم اس کو تھوڑی دیر Delay کرسکتے ہیں۔۔۔وہ فکرمندی سے بولی۔

Don't you dare old lady...

"کوشش بھی مت کرنا بوڑھی خاتون"

میں اسکی سیکورٹی فورسس سے ڈر کے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہوں، میں کسی بھی قیمت میں ان لڑکیوں کو وہاں سے نکال لانے کو تیار ہوں۔۔۔!خواہ مجھے اپنی جان کی بازی ہی کیوں نا لگانی پڑے۔۔۔۔ صبح مجھے ساری ڈیٹیلز سینڈ کردیجیے گا۔۔۔ٹھیک ایک ہفتے بعد دلاور کو ایک اور جھٹکا دوں گا۔۔۔اور وہ انکی بنا سنے ہمیشہ کی طرح فون کھٹاک سے بند کر چکا تھا۔۔۔

"احمق انسان۔"ہمیشہ کی طرح بولتیں کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اپنی آنکھیں موندھ چکیں تھیں۔"

* *

ڈھلتے سورج کی کرنوں سے سارا برآمدہ نہایا ہوا تھا۔وہ کچن میں کھڑی بریانی کو دم لگا رہی تھی۔

ماتھے پر چوٹ کا نشان، کلائیوں پر مرحم لگائے، تھکان اور تکلیف کے واضح آثار چہرے پہ نظر آرہے تھے۔وہ کل کی نسبت مزید پژمردہ حالت میں لگ رہی تھی۔

"برآمدے میں لگی گھڑی کی چھوٹی سوئی چار پر اور بڑی چھ پر تھی۔"

وہ کل والے سوٹ میں ملبوس تھی۔دم لگا کے وہ اپنے کمرے میں آئی تو بہت سارا کام اس کا منتظر تھا۔اماں بھی الماری میں سے کچھ چیزیں نکالتی نظر آرہی تھیں۔یہاں سے ان کا نیم رخ نظر آ رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ کے زیرِ اثر سُست روی سے کام نمٹا رہیں تھی۔

ماہ نور نے ایک نظر انہیں دیکھ کر تھکن زدہ سانس خارج کی اور بیڈ کے ساتھ رکھے گئے سائیڈ ٹیبل دراز سے ایک پرنٹ شدہ کاغذ نکالا جس پر ناموں کی فہرست لکھی تھی۔قینچی لے کر وہ ایک ایک نام کو کاٹتی سامنے پڑے سوٹوں میں سے ایک ایک سوٹ اٹھاتی اور ٹیپ کے ساتھ نام اس پر چپکا دیتی۔

رفعت نے دوبارہ اسکے زخموں کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔بس آ کر زخم دیکھے تھے اور ڈاکٹر کے پاس لے جا کر ٹیٹنس کا انجیکشن لگوایا مرحم لائی اور نرمی سے گلے لگا لیا تھا۔

اب وہ دونوں پرسوں منگنی کی تقریب پر ماہ نور کے سسرال والوں کو دیے جانے والے سوٹ اور دیگر اشیاء کو پیک کر رہی تھی۔

"اماں اگر میرا بھائی ہوتا نا تو جب ہم اس کی شادی کرتے تو ہم لڑکی والوں سے ایک سوئی کی بھی ڈیمانڈ نہیں کرتے۔ہیں نا اماں؟؟" اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

رفعت نے چوکنے کے سے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ان کو لگا ان کا کلیجہ کسی نے مٹھی میں دبا لیا وہ، "ان کی بیٹی جس کے اتنے ٹھاٹھ باٹھ تھے۔سب کو جوتی کی نوک پر رکھنے والی کسی کے آگے نا

جھکنے والی آج بکھیر کر ریزہ ریزہ ہو چکی تھی۔اس کی آنکھوں میں رقم ویرانی سے انہیں وہشت ہوئی تھی۔ہاں وہ واقعی تھک چکی تھی"۔رفعت کو ایسا ہی لگا تھا۔

کیوں انہیں پہلے احساس نہیں ہوا؟

آج صبح ہی صبح اس کی تائی اور چچی یہ سسرال والوں کو دیئے جانے والے سوٹ ، منگنی کی تقریب کے لیے ایک ملازمہ کا انتظام کا بتایا ،مینیوں بھی سب ڈیسائیڈ کر کے آگاہ کیا۔گھر پر ہی برآمدے میں سب انتظامات کا سوچا گیا اور پھر تایا کے بھیجے گئے لوگ برآمدے دیکھ گئے تھے اور اب کل صبح سارا ڈیکور ہونا تہہ پایا تھا۔

بہت ضبط سے وہ سوٹ کو اکٹھا کر کے رکھ رہی تھی۔اب آنسوؤں آنکھوں میں گڈ مڈ ہونے لگے تھے۔ماں ابھی تک سن کھڑی کسی گہری سوچ میں تھیں۔وہ ایک جھٹکے سے کمرے نکال گی اور اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئ۔

ہاں وہ ماں کے سامنے تو دور کی بات وہ کسی کے سامنے روتی نہیں تھی۔(اس دن ھیلر کے سامنے کیسے رو پڑی یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا)

کمرے میں اونچی اونچی سسکیاں گھوجنے لگی۔وہ کسی چھوٹے بچے کی کی مانند ہچکیاں لیتے روئے جا رہی تھی۔

"ساتھ والے کمرے میں اس کے رونے کی آواز بابخوبی جا رہی تھی رفعت گرنے لگیں تھیں کہ لڑکھڑا کر ان نے دیوار کا سہارا لیا۔"

کیوں اللہ تعالیٰ کیوں بیٹیوں کے ماں بات اتنے مجبور کیوں ہوتے ہیں؟

اللہ کیوں یہ جہیز کی رسم دنیا والوں نے بنائی ہے؟

کیوں میری ماں کو سب رشتے دار آ کر بول رہے ہیں کہ وہ ان کی بیٹی کو فریج لیں دیں کے کوئی کہہ رہا کچھ لے دے گا کوئی کہتا کچھ۔۔۔یہ بیٹیوں کو رخصت کرنے کے لیے اتنا کچھ کیوں مانگا جاتا؟؟ یہ معاشرے نے سب اتنا مشکل کیوں بنا دیا؟؟ سر گھٹنوں میں دیئے منہ پر ہاتھ رکھے وہ آواز اور ہچکیوں کا گلا دبا رہی تھی۔آنسو زارو قطار اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

ان نے فون کر کے میری ماں کو کیوں اتنی لمبی جہیز کی فہرست تھمائی ہے؟

بیٹیوں والوں کا لوگ احساس کیوں نہیں کرتے اللہ؟

رو رو کر آواز بیٹھ چکی تھی۔پتا نہیں کتنی ہی گھڑیاں ہچکیوں کی نظر ہوئیں۔ایک دم سے سینے میں گھٹن کا احساس مزید بڑھتا جا رہا تھا۔سسکیوں کی آواز تھوڑی دھیمی ہو کر دم توڑ رہی تھی۔سر ہنوز گھٹنوں میں تھا۔دل کسی نے مٹھی میں دبا رکھا تھا۔

م۔۔۔ماں۔۔۔اماں۔۔۔ایک جھٹکے سے وہ اٹھی دروازے کی جانب بھاگی دوپٹہ اس کے پاؤں میں الجھا تو وہ زمین بوس ہوئی۔آہہہہ گھٹنے میں درد کی تیز لہر ڈوری تھی۔لیکن وہ نظر انداز کرتی دوسرے کمرے کی طرف بھاگی۔

کمرے کے دروازے پر اس کے قدم ساکت ہوئے۔دونوں ہاتھ سے چکراتے سر کو تھاما۔وہ شاکڈ تھی دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

م۔۔۔م۔۔۔ماں۔۔۔اماں ایک دم ہوش آیا تھا جلدی سے زمین پر گری رفعت کی طرف بڑھی، وہ یقیناً بے ہوش ہو چکیں تھیں۔

اماں۔۔۔اماں۔۔۔اماں اٹھیں نا۔۔۔یا اللہ یہ کیا ہو گیا وہ رفعت کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ڈ۔۔۔ا۔۔۔ڈا۔۔۔ڈاکٹر کو بلاتی ہوں ہاں۔۔۔صدمے کے باعث منہ سے الفاظ بھی نہیں نکال رہے تھے۔

بڑی مشکلوں سے ماں کو جلدی جلدی اٹھا کے بیڈ پر لٹایا اور ڈوپٹہ سر پر اوڑھے منہ پر پانی کے چھینٹیں ماریں خود کو نارمل کیا۔۔اور جلدی سے کی گلی کے کونے پر ایک چھوٹا سا کلینک تھا وہاں سے ڈاکٹر کو بلا لائی۔

وہ رفعت کا چیک اپ کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ کسی ٹینشن کے باعث بی پی شوٹ کر گیا۔۔۔انشاللہ تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا۔اب وہ قدرے سمبھالی ہوئی تھی۔اس کا دماغ مسلسل سوچوں کے لامتناہی سفر تہہ کر رہا تھا۔۔۔ہاں وہ فیصلہ کر چکی تھی اسے ماں کے ہوش میں آتے ہی بس اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا تھا۔

ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتے انہیں دروازے تک رخصت کرنے آئی۔

اندر آئی تو مابائل پر مسلسل بیل ہو رہی تھی۔نمبر دیکھ کے اس نے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لائی اور ہشاش بشاش لہجے میں بولی۔

اسلام وعلیکم۔۔۔

لیکن دوسری جانب سے سنائے جانے والی خبر سن کے اس کا چہرہ پھر سے سپاٹ ہوا تھا۔وہ افسردہ نظر آرہی تھی۔

خیر جو اللہ کو منظور تھا اس کے ہر کام میں کوئی نا کوئی مصلحت ہوتی ہے۔

اس نے افسوس کا اظہار کر کے۔۔۔چند ایک باتیں کر کے فون بند کر دیا۔"ماں کے قریب جاتے ہاتھ کا تھام کے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔

ڈاکٹر نے نیند کا انجیکشن لگایا تھا۔۔۔ہوش تھوڑی دیر میں آنا تھی۔

ان نے اپنے گھٹنے کو نظر انداز کر کے پاس پڑا کمپیوٹر ان کیا اور اب وہ مصروف سے انداز میں انٹرنیٹ پر کچھ سرچ کر رہی تھی۔گاہے بگاہے ایک نظر اسکرین پر ڈال کر ساتھ ہی کاغذ پر چند الفاظ گھسیٹ لیتی۔اور ایک نظر بیڈ پر لیٹی ماں پر بھی ڈال لیتی۔

وہ ماہ نور تھی۔۔۔وہ مضبوط تھی۔۔۔وہ عام لڑکی نہیں تھی جو حالت سے تنگ آ کر روتی دھوتی رہی،اپنے حق کے لیے نہ بولتی۔وہ اپنے حالت کو بدلنے کی کوشش کرتی تھی۔اپنا ہنڈریڈ پرسنٹ100٪ دیتی اور باقی خدا پر چھوڑ دیتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد رفعت کو ہوش آچکا تھا۔اب ماہ نور ان کے پاس بیٹھی بریانی کھلا رہی تھی اور گہری نظروں سے اسے دیکھتے کھانا کھا رہیں تھیں۔

اور ہاں میرے سسرال سے ساس کا فون بھی آیا تھا۔(شاید سلسلہ کلام پہلے کہیں ٹوٹ چکا تھا اب وہ دوبارہ جوڑ رہی تھی) ان کے کسی قریبی رشتے دار کا انتقال ہو گیا۔بہت پریشان تھیں۔

اوو ہو بیٹے یہ تو بہت افسوس والی خبر ہے۔میں ابھی کال کرتی ہوں۔

"ہوں۔۔۔اور ابھی تھوڑی دیر پہلے تایا جان کی بھی کال آئی تھی بتا رہے تھے کہ منگنی آگے کرنے کا بول رہے ہیں وہ"۔۔میں پوچھا کہ ان کا کب تک کا ارادہ ہے۔تو تایا جان بتا رہے تھے کہ وہ کہہ رہے "بس ایک ہفتہ آگے کر لیں۔"میں نے کہا اماں گھر نہیں ہے وہ آتی ہیں تو میں بات کروا دوں گی آپ کی۔اس نے سادہ لہجے میں ساری بات سے آگاہ کیا۔

بیٹے اب بھی ٹائم ہے۔تم ایک بار پھر سے سوچ لو۔جو بولو گی میں وہی فیصلہ کروں گی ان نے تسلی دینے کے سے انداز میں اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

وہ مسکرائی تھی۔دل سے مسکرائی تھی۔رفعت نے دل ہی دل میں اسکی نظر اتاری تھی۔وہ اب تازہ دم لگ رہی تھی۔کپڑے تبدیل کر چکی تھی، آنکھوں میں کاجل تھا۔گیرے لمبے بال کمرے پر پڑے تھے۔ماتھے پر لگی پٹی چینج کر چکی تھی۔کلائیوں پر مرحم تھا لیکن وہ خوش لگ رہی تھی اب۔

ہاں ایک بار پھر سے اس نے خوشیوں کا راستہ تلاش کر لیا تھا۔

"وہ دروازے میں کھڑے ہو کر کسی شہزادے کا انتظار کرنے والی لڑکیوں میں سے نہیں تھی کہ کوئی شہزادہ آئے گا۔۔ہاں وہ شہزادوں کی تاک میں نہیں بیٹھا کرتی تھی۔۔وہ ایسی شہزادی تھی جو اپنی زندگی میں شہزادے کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔"

آپ بس مان جائیں نا جو میں نے آپ کو کہا تھا۔۔پلیز اماں دیکھنا آپ کی ماہ نور سب سیٹ کر دے گی ماں کے گلے لگتے بولی تھی۔

"چل اب مکھن نا لگا بہت پریشان کیا تو نے"رفعت نے بھی جھوٹی موٹی اداکاری کی۔

سوری کیا تو تھا۔۔۔اب پکا کبھی نہیں کروں گی رفعت بیگم مان جاؤ اب میری بات شرارتی لہجے میں بولی اور پاؤں سے ماں کی جوتی کو بیڈ کے نیچے ڈھیلا۔

پکڑا زرا میرا جوتا ان نے ایک کے ہاتھ پر ٹھپر لگایا۔

ہاہاہاہاہاہا ماہ نور کا قہقہہ بلند ہوا تھا اسے یقین تھا رفعت کا یہی جواب ہونا۔

چلو ہٹو پیچھے بتمیز۔۔۔وہ کہتیں باہر نکلتے پی ٹی سی ایل فون پر نمبر ملا رہی تھیں۔

ماہ نور پر سکون سی وہیں بیڈ پر نیم دراز ہو گئ۔

****

اگلی صبح مس ایل نے ھیلر کو تمام ڈیٹیلز سینڈ کردی تھیں، جس کی تحقیق کرنے کے بعد اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ کام اس بار اتنا سیدھا نہیں ہے جتنا وہ سمجھ رہا تھا، دلاور نے اپنے زاتی اڈے پر تین گناہ فورسس تائنات کررکھی تھیں، جنہیں وہ اکیلے ڈیل نہیں کرسکتا تھا۔اس کے لیے اسے کسی کی مدد درکار تھی،

کسی ایسے بندے کی مدد جو اس کے اڈے کی تمام تر تفصیلات سے آگاہ ہو، وہاں کے کونے کونے کی خبر اس کے پاس موجود ہو، ساری فائلز کو تین سے چار بار بہت باریکی سے پڑھنے کے بعد بلآخر اسنے تھک کے مس ایل کو کال ملائی۔

پہلی ہی گھنٹی پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔۔۔

تو پھر آخر کار ہماری ضرورت پڑ ہی گئ، اسپیکر سے ایک جلادینے والی آواز گونجی تھی۔

آپکی ضرورت کب نہیں پڑتی مجھے ، آپ کی اجازت کے بغیر میں کوئی کام کرسکتا ہوں کیا۔۔۔!مس ایل!!!! وہ بے حد معصومیت سے انکا نام لیتے ہوئے بولا۔

اپنے بیسمینٹ میں بیٹھیں مس ایل نے اسکی بات پر اپنے کان میں لگا بلیوتوتھ نکال کے ایک بار اچھے سے اسے صاف کیا!!!!

اور واپس اسے کان میں لگاتی اپنا گلا کھنکارتے ہوئے بولی۔

ایک بار پھر سے کہنا؟

کیا؟وہ انجان بنا۔

جو تم نے ابھی کہا؟

ابھی میں نے کیا کہا ؟

ہاں میں بھی تم سے یہی پوچھ رہی ہوں ابھی تم نے کیا کہا تھا؟

کیا کہا تھا؟ وہ بضد تھا۔

تم نے کچھ دیر پہلے کہا کہ۔۔۔!

کہ؟اس نے جان کے "کہ" کو لمبا کھینچا۔

"کہ تم میری اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے"

کچھ غلط کہہ گیا ، کیا میں؟وہ زبان دانتوں تلے دبا کر گویا ہوا۔

بلکل ھیلر تم تو چابی والے گڈے ہو، جسے میں کسی بھی وقت اپنی مرضی سے چلا سکتی ہوں،

احمق۔۔۔کام کی بات پے آو یہ مکھن مجھے مت لگایا کرو۔۔!وہ ایک ہی سانس میں اسے سناتی چلی گئیں۔

وہ جو کب سے اپنی ہنسی روکے ہوئے تھا۔۔۔ایک دم قہقہہ لگا کے ہنس دیا۔۔!

! Believe me ! Old lady, my day does not pass without bothering you

(میرا یقین کرو! بوڑھی عورت تمہیں پریشان کیے بغیر میرا دن نہیں گزرتا۔)وہ ہنستے ہوئے بولا۔

احمق۔۔۔!جواب میں وہ یہی کہہ سکی۔

"کسی دن آپ اس احمق کو بہت یاد کریں گی مس ایل، اور اس دن آپ کو میری باتیں تو یاد آئے گی پر میں نظر نہیں آوں گا۔"لہجہ اب بھی شرارتی تھا۔!!!

اس دن میں شکر کروں گی۔۔۔!وہ خفگی سے بولیں۔!

اب کام کی بات پر آو ، صبح صبح میرا دماغ مت خراب کرو !!وہ لٹ مار انداز میں بولیں۔

وہ جواب میں کہنے ہی والا تھا "(کے آپ کا دماغ درست کب ہوا ہے) لیکن اپنے دل کی خوائش کو دل میں ہی دفن کیے لانہیں مزید تنگ کرنے کا ارداہ ترک کرتے وہ کام کی بات پر آیا۔۔۔

آپ درست تھیں۔!اس بار سب اتنا آسان نہیں ہے! دلاور بہت محتاط ہے۔ہمیں ایک ایسے بندے کی ضرورت ہے جو ہمیں ان لڑکیوں تک پہنچا سکے۔جسے وہاں کے تمام سیکیورٹی کوڈز معلوم ہوں۔!آپ کی نظر میں کوئی ایسا بندہ ہے؟؟؟ اسکی پرسوچ آواز آلے میں گونجی۔

نہیں۔!میری نظر میں ایسا ایک بھی بندہ نہیں جو اس کام میں ہماری مدد کرسکے۔انکی سنجیدگی سے بھرپور آواز آلے میں گونجی۔

اب ؟ وہ بے چینی سے بولا۔

احمق ھیلر، ٹیلینٹ کبھی ضائع نہیں جاتا۔۔وہ اترائی تھیں۔

کیسا ٹیلینٹ؟وہ نا سمجھی سے بولا۔

بھول گئے؟ میں پاکستان کے نمبر ون ہیکرز میں سے ایک ہوں، "Hacking Queen" بھی کہا جاسکتا ہے۔انکی آواز میں ایک فخر تھا۔

"ویسے مس ایل ہیکنگ سائبر کرائم میں شمعار ہوتا ہے۔یہ ایک سنگین جرم ہے۔۔۔"مجال ہے جو یہ شخص انہیں دو سیکنڈ بھی خوش رہنے دے۔۔اس سے پہلے وہ کوئی جلی کٹی سناتیں وہ فوراً بول اٹھا۔

لیکن آپکی خیر ہے۔!اب یہ بتائیں؟ یہ ہیکنگ کوین ہماری کسطرح مدد کرسکتیں ہیں؟

"دلاور کے حاض آدمیوں کا بایو ڈیٹا نکال کے، ان کے کام کی نوعیت جان کے،ان میں سے جو شخص اسکے سب سے زیادہ قریب ہوا،تو سمجھ جانا ہمارے خزانے کی چابی وہی شخص ہے۔۔!!!!اور ھیلر بے

اس بار تم اکیلے کچھ نہیں کرسکتے۔۔۔۔تمہیں وہاں کے کوڈز ڈی کوڈ کرنے میں ایک ہیکر کی ضرورت پڑھے گی۔۔۔۔اور اس بار ہیکنگ کوین کا وہاں ہونا بہت ضروری ہے۔!وہ بے حد سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

!!!!!Very Smart

وہ ستائشی انداز میں بولا۔

"تعریف کے لیے شکریہ"۔۔۔۔وہ ایک ادا سے اسی کے سٹائل میں بولیں۔

وہ مسکرایا تھا۔"

بلآخر وہ وقت آہی گیا ہے مس ایل، جب ہم ایک ساتھ ہوں گے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے، ایک ساتھ دشمنوں کو منہ کے بل گرائیں گے۔۔۔وہ چند پل کے لیے ٹھہرا تھا پھر اسکے چہرے پر ایک بہت خوبصورت مسکرہٹ نے احاطہ کیا۔

!!!See you soon old lady

وہ بے حد نرمی سے بولا۔

’!!See you soon Healer

وہ بھی مسکراتی آواز میں بولتی فون رکھ چکی تھیں۔

"اور اپنے ڈھیلے جوڑے کو کھولتی دوبارہ سے جوڑا کرنے لگی، اور کمپیوٹر ٹیبل پر رکھی اپنی گلاسس لگاتیں وہ ایک بار پھر سے اپنی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے چلانے لگی۔۔۔۔انہیں پوری رات لگا کے سارا بایو ڈیٹا اکھٹا کرنا تھا۔۔۔۔

****

پوری رات لگا کہ اُنہوں نے دلاور کے ایک ایک بندے کا بایو ڈیٹا نکالا تھا، اسکے پرسنل بزنس اسسٹنٹ سے لیکر چوکیدار، مالی، اس کے تمام آفس ورکز ، سیکورٹی فورسس، ایک ایک بندے کا کالا چٹا کھولتی وہ ھیلر کو میل کر چکی تھیں۔۔۔ساری رات مسلسل کمپیوٹر پر کام کرنے کے باعث انکی گردن میں بل پڑھ چکا تھا، اب بھی وہ اپنی صحت سے بے نیاز ، اپنے سامنے کافی کا مگ رکھے ، ایک ایک فائلز کا باریک بینی سے جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔

"ایک شخص جس کی انہیں تلاش تھی، جو دلاور کا دایا ہاتھ تھا، اسکی فائل انکے سامنے پڑی تھی، اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ نے انکے لبوں کا اخاطہ کیا تھا۔"

****

"وہ شیشے کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔بلیک تھری پیس سوٹ پہنے، ہاتھ میں بیش قیمتی ایپل واچ پہنے، بالوں کو جیل لگا کر نفاست سے سجائے، وہ خود پر پرفیوم چھڑکتے ہمیشہ کی طرح بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا، خود پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے وہ مڑا جہاں صائم کیوٹ سی بلیک اور وائٹ بے بی سکرٹ پہنے اپنے دونوں بازو ابان کی طرف کیے اسے اٹھانے کا حکم دے رہا تھا۔"

وہ مسکرا کے نیچے جھکا اور صائم کو اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں لیتا اُسے اُٹھا چکا تھا۔"

"بابا کی جان تیار ہو گیا۔۔۔"وہ اپنا ناک اسکی ناک سے رگڑتے ہوئے بولا۔

"ب۔بابا نو۔۔۔۔وہ کھکھلا کر اُسے ایسا کرنے سے منع کرنے لگا۔"

بابا کی جان۔۔۔وہ اسکے گال سے اپنے گال مس کرتے ہوئے بولا۔

وہ کھکھلا کر ہنس رہا تھا۔۔۔ابان کے ایسا کرنے سے اسے ہنسی آ رہی تھی،

"صائم آپکی ماما بہت سُست ہیں، وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔"

صائم نے اسکی بات سے منہ بنایا، اور اپنے دونوں ہاتھ اسکے آدھے گھنٹے سے سنوارے گئے بالوں کی طرف بڑھانے لگا (غصے کا اظہار کیا گیا تھا)

"ارے میری جان کیوں باپ کے ڈیشنگ لُک کو خراب کرنے پر تُلا ہے۔۔۔وہ اسکے ہاتھ بروقت پیچھے کرتے ہوئے بولا۔

م۔ماما نو۔۔۔۔۔۔وہ منہ پھولا کر بولا۔

"ہاں تمہاری ماں بہت سُست ہے۔۔۔"وہ جان کے دوبارہ بولا۔

بابا نو۔۔نو۔۔۔۔وہ اپنے ہاتھ پیر ہلانے لگا، اسے اپنی ماں کے خلاف ہر لفظ ناگوار گزرتا تھا، وہ اسے نیچے اتارنے کو کہنے لگا۔

صائم نو۔۔۔دھیان سے آپ گر جاو گے۔وہ جس طرح ہاتھ پیر ہلا رہا تھا۔ابان فکرمندی سے بولا۔

انوش یار جلدی کریں دیر ہورہی ہے۔۔۔۔وہ اونچی آواز میں بولا

"ماں کے چمچے، میں بھی رشتے میں تیرا کچھ لگتا ہوں۔۔۔۔"وہ صائم کو کنٹرول کرتا بیچارگی سے بولا۔

ب۔بابا۔۔۔۔۔

ہاں باپ ہی لگتا ہوں۔ابان منہ بنا کے بولا (جبکہ صائم اسے نا سمجھی سے دیکھنے لگا۔۔۔۔)

(آج رات اُنہیں ایک آفیشل ڈنر پر انوائیٹ کیا گیا تھا، ابان اس ملک کے مشہور بزنس مینز میں شمعار ہوتا تھا، اسی وجہ سے وہ اپنے خاندان سمیت اس آفیشل ڈنر پر مدعو کیا گیا تھا۔جہاں بڑے بڑے بزنس مین شرکت کرنے والے تھے۔)

"تقریباً آدھے گھنٹے کے مزید انتظار کے بعد بلاآخر انوشے باہر نکلی،اسے دیکھتے ہی ابان یکدم ساکت ہوا، وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی، بلیک ساڑھی زیب تن کیے، بالوں کو سٹریٹ کرکے ایک طرف کیے، بڑی بڑی آنکھیں مسکارے سے لبریز تھی، اسکی گھنی پلکیں جو کبھی اٹھتی تو کبھی جھکتی ، اسکی سانولی رنگت پے ہلکا سا میک اپ بھی اسے بہت پرکشش بناتا تھا۔"

"Beautiful"

اسے دیکھتے بے اختیار اسکے منہ سے نکلا۔

"Botiful"

صائم باب کی نکل اتارتے ہوئے بولا۔

"انوش جہاں ابان کی نظروں سے پزل ہورہی تھی، وہی صائم کی وجہ سے مسکرادی۔"

وہ مسکرا کے صائم کی طرف بڑھی جسے ابان نے اٹھا رکھا تھا۔

"میرا کیوٹ بے بی۔"وہ اسکے دونوں گال کھینچتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"ایک کیوٹ بے بی یہاں بھی کھڑا ہے اس پر بھی نظر ثانی کرلیا کریں۔۔۔"وہ جل کے گویا ہوا۔

"وہ ہاتھ جھلاتی صائم کو اس سے لے چکی تھی۔"جیسے کہہ رہی ہو "خلی ولی۔"

وہ اسکے انداز پر سر جھٹک کے ہنس دیا۔

چلیں مسز؟وہ جھک کر دل نشیں انداز میں بولا۔

چھچھوری حرکتیں نا کریں۔۔۔چلیں۔وہ اسکو دھکیلتے ہوئے بولی۔

استغفراللہ انوش۔۔۔۔۔۔وہ اسے گھور کے بولا۔

چلیں۔۔۔۔۔وہ مسکراتے صائم کو پکڑے اسے ایک ہاتھ سے اپنے ساتھ دھکیلتے ہوئے بولی۔

چلیے۔۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چل دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے